بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق باہو

حق باہو

عرفان سلطانی

باجازت

جناب **الحاج شہزادہ چن سلطان امیر افضل** صاحب

اولادپاک سلطان العارفین حضرت سلطان باہو تحصیل شور کوٹ ضلع جھنگ

84-اے رستم پارک ملتان روڈ، موڑ سمن آباد، لاہور فون:042-7462734

http://www.apnaorg.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق باھو   سچ باھو

عرفانِ سلطانی

باجازت، جناب الحاج شہزادہ چن سلطان امیر افضل صاحب
اولادِ پاک حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ
تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ

84 اے رستم پارک ملتان روڈ موڑ سمن آباد۔ لاھور
فون نمبر: 462734

مصنف:
سلیم اختر نوری حضوری
خلیفہ حضرت سلطان باہوؒ
آستانہ انارکلی۔ لاہور

http://www.apnaorg.com

http://www.apnaorg.com

اَللّٰہ ھو

حق باہو　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　حق باہو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ؕ

قبلہ عالم سرتاج العاشقین محبوب الواصلین، صبغتہ العارفین عمدۃ الکاملین، قدوۃ السالکین الحاج شہزادہ اعلیٰ حضرت امیر افضل سلطان صاحب عرف چن سلطان فنا فی ھُو بقا باللہ یگانہ زرذات باہو قدس اللہ سرالعزیز اولاد پاک حضرت سلطان العارفین۔

سلطان باھُوؒ حق سرہٗ

کوٹھی حق باہوؒ انصاف سٹریٹ، رستم پارک نزد موڑ سمن آباد لاہور

مصنف تصنیف ہذا قارئین کرام سے اس عنوان کی طرف متوجہ ہونے کے لیے التماس کرتا ہے کہ طالب صادق کے لیے کامل مرشد کا ہونا کرم ایزدی ہے۔ آجکل یعنی موجودہ دَور میں مُرشدِ کامل بہت کم ملتے ہیں۔ مُرشدِ کامل اپنے مرید کو سالہا سال کی محنت و ریاضت سے نجات دلاکر ہر کل و جز سے ایک پل کیا لحظہ بھر میں آشنا کروانے پر قادر ہوتا ہے۔ دونوں جہاں میں اسم اللہ کے حق میں سرّہٗ کی معرفت سے طالب کو روشناس کرکے سرِّ وحدت میں

مخمور کر دیتا ہے اور پھر طالب استعدادِ عالیہ سے دونوں جہاں کا تماشہ اپنی ناخن کی پنڈلی پر دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا:

طالب بیا طالب بیا طالب بیا
تا رسانم روزِ اوّل با خدا

اے طالب تو علم الیقین عین الیقین حق الیقین لے کر آ میں تجھے پہلے ہی دن خدا سے ملا دوں۔ اور پھر فرماتے ہیں:

اگر تو طالب حق بود من حاضرم
ز ابتدا تا انتہا یکدم برم!

اگر تو صرف حق کی طلب رکھتا ہے تو میں حاضر ہوں۔ ابتدا سے لے کر انتہا تک تجھے ایک دم میں لے جاؤں۔

باہو مرشدے برد ہر مقام
نامرد مرشد عاجز است ناموس نام

بادشاہ سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز، اسمِ اعظم کے بارے میں فرماتے ہیں۔

عشق جنہاندے ہڈیں رچیا اوہ پھردے چُپ چپاتے ہُو

لُوں لُوں دے وچہ لکھ زباناں اوہ کردے گنگے باتے ہُو

اوہ کردے وضو اسم اعظم دا دریا وحدت وچہ نہاتے ہو

سبھے نمازاں قبول پیاں باہُوؒ جد یاراں یار پچھاتے ہو

بادشاہ سلطان العارفین اسم اعظم اَللّٰہُ کی شان کے بارے طالب کے لیے راہِ سلوک طے کرنے کو مشعلِ راہ اور متاع بے بہا فرماتے ہیں ۔ طالب صادق کو چاہیئے کہ اسم اعظم اسم ذات کی مندرجہ ذیل تفاصیل اپنے وجود پر وارد کرے اور کامل مرشد کے وسیلے سے انعامات قدسی ظاہری و باطنی اپنے تئیں میں عین و عین پائے ۔

جیسا کہ فرمایا الف اللہ تن رب سچے دا حجرہ وچہ پا فقیرا جھاتی ہُو ۔

روح اسم اعظم ہے اور اسم اعظم روح ہے ۔ روح خدا کا امر ہے ؛ روح بے مثل ہے ، روح اعظم کی تلاوت اسم اعظم کی تلاوت ہے ۔

الرّوحِ ھواللہ روح ہی اللہ ہے ۔

آ دربار باہو سے دیکھ اسم ذات

ایک ہی نقطے سے باہو ھُو ذات ہی ذات

http://www.apnaorg.com

مجلس محمدی میں ہر دم پڑ جائے تیری جہات
اگر تو مان لے کامل مرشد کی اک بات
اسم اعظم کی تابع ہیں تیرے لیے لولاک وافلاک
اسم اعظم روح امام تن واعضا ہیں جماعت

من نور اللہ رخ مرشد وجہ اللہ حق ذات
اے طالب خوابِ غفلت سے بیدار ہو حق الیقین ہو کر کامل

مرشد کی راہ میں مال و جان نچھاور کر دے اور آنکھ، دل، زبان، کان، روح، سر بلکہ ہر مو مو میں اسم اعظم دیکھ اور ایسا پائے کہ واذا تم الفقر فھو اللہ کی نعمت سے فیضیاب ہو جائے کہ اسم اعظم ایک ایسا معظم و ذیشان جمالی و جلالی عین المعانی اور حقیقی اسم ذات ہے کہ کامل مرشد کے فیض روحانی اور انعاماتِ قدسی کے سبب حق الیقین طالب صادق کے نفس و قلب، روح و سر میں اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے کہ ماسوائے اللہ طالب صادق کے جثہ نوری اور کچھ نہیں رہتا اور وہ ہادی اکمل کی طفیل اسم اعظم کی ان گنت اور بے شمار و لامحدود فضائل و برکات سے حامل ہو جاتا ہے۔ اسم اعظم کی شان انسانی وجود و روح میں اس طرح برسر پیکار ہوتی

http://www.apnaorg.com

ہے جو مندرجہ ذیل اشعار روحانی سے صاحب راز وعرفان کے لیے کُل طور پر واضح ہے۔

روح قدس اسم اعظم شان ربی اللہُ

وجہ اللہ نور معظم سبحان ربی اللہُ

بلیٰ سلمٗ نورِ معظم سبحان ربی اللہُ

گوش دیدے الف بینی لسان ربی اللہُ

اعضاء رگ وریشہ موئے بیان ربی اللہُ

خمسہ اربعہ در قلب و روح اوسان ربی اللہُ

ہفت اندام نفس ناطق دوران ربی اللہُ

بر انگشتہا دست و پا نشان ربی اللہُ

لام میم وجود و گفتار الف جان ربی اللہُ

قلب و نفس روح و سر حق کان ربی اللہُ

ورفعنا لک ذکرک لم نشرح دانے ربی اللہُ

سرتاپائے اسم اعظم باہو عیان ربی اللہُ

مظہر اسم اعظم بر ناخن عرفان ربی اللہُ

http://www.apnaorg.com

ھو معکم فاذکرونی انفسکم و امان ربی اللہ ھو

ہر چہ مرشد کامل گفت قرآن رب اللہ ھو

واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول طالب بیا فرمان ربی اللہ ھو

حصولِ گنج اسمِ اعظم رحمت رحمٰن رب اللہ ھو

جبّۃ ماسوی قمر الفقر فقدان ربی اللہ ھو

اوّل آخر ظاہر باطن حق پیمان ربی اللہ ھو

من نور اللہ در کوتے من یا بم اسم اعظم عیاں ربی اللہ ھو

مرشدِ کامل وہ ہوتا ہے جو پہلے دن ہی طالب صادق کو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا دے اور اس کے قلب و روح کو اسمِ اعظم کی برکات سے ایسا دست شناس و مکمل و روشن ضمیر بنا دے کہ جس کے جامہ عنصری و روحانی میں ماسوائے اللہ اور کچھ نہ رہ جائے جیسا کہ قبلہ عالم بادشاہ عمدۃ الکاملین و محبوب الواصلین اعلیٰ حضرت امیر افضل حسن سلطان کے خلیفہ اعظم صاحب اپنے عرفان میں فرماتے ہیں:

دِل وچہ کعبہ صحن عرش الٰہی منہ وچ جوش ہے اللہ

اکھیاں شے وچہ نور نبی دا مارے خوش تجلّی ھو

اندر کثرت واحد پایا بیٹھا یار اکلا ھُو
ھو دا داغ محبت پا کے تاں میں ہویا جھلا ھُو

دیگر طالب صادق کے لیے ہدایت فرماتے ہیں :

حدا پنی وچہ دیکھنا چاہیں جے اوہ واحد لاڑا ھُو
اگ عشق دا دل دے اندر پھوک کول چنگیاڑا ھُو
ہوش عقل تے علم نہ رہسی سڑسی ایہہ کھلواڑا ھُو
باہجوں عشق اللہ دے کرڈے سب اجاڑہ ھُو

جیسا کہ بادشاہ سلطان العارفین سلطان باہوؒ فرماتے ہیں

زاہد زہد کریندے تھکے روزے نفل نمازاں ھُو
عاشق غرق ہوئے وچہ وحدت اللہ نال محبت رازاں ھُو
جیہڑی مکھی قید شہد وچہ کدا ڈسی نال شہبازاں ھُو
جنہاں مجلس نال نبی دے باہو اوہ صاحب راز نیازاں ھُو
غیب تائیں میں ڈھونڈن چڑھیا خود غیب کیتا میں اڑیا ھُو
اوہ ظاہر تے میں نہیں لبھدا وچہ جدائی سڑیا ھُو

ہیں ظاہر تے اوہ نہیں دِسدا جد سبق وحدت دا پڑھیا ھُو
اوس غیب نے سانوں غیب دے وچوں غیب اندر چک کھڑیا ھُو
جسم لطیف توں نور شتابی ایہہ جسم ہے فانی ھُو
اکھ اپنی نوں کھول شتابی ایہہ ہے اکھ بیگانی ھُو

قلب قالب عارفاں عرش وصال
ایں چہ عارف بود حق لازوال
اِلّاَ انسان سری فرمود ذات غفور
دانا سرہٗ تخلیق آدم شکل خود آمد ظہور
صبغۃ اللہ لایحتاج تم الفقر سرور
من نور اللہ روح اسم اعظم کرد میر النور علی نور

انسانی وجود میں اسم اعظم کی ترجمانی کرتے ہیں:
انتہائے ازل و ابد اسم اعظم است اللہ
انتہائے آدم وکرد بیاں اسم اعظم است اللہ

http://www.apnaorg.com

انتہائے زہد و تقویٰ اسم اعظم است اللہُ

انتہائے عشاق و صوفیا اسم اعظم است اللہُو

انتہائے فقر و غنا اسم اعظم است اللہُو

من نور اللہ انتہائے مقصود ہا اسم اعظم است اللہُو

مُرشد کامل طالب کو ایک ہی نگاہ میں قلب حضور روح سترہ

سرور بر سر نور دید روحانی حاضر و ناظر و منظور در ہر مکان

لامکانی قد جاء کم بصائر من ربکم شاہد و مشہود جمال

و جلال ربانی دلائل و مدلول قد جاء کم برھان من ربکم

روشن ضمیر برہانی کاتب و مکتوب لوحِ محفوظ ز لطف

و کرم مرفوعُ درجت ذات لاثانی اِقرأ کتابک

کفیٰ بنفسک بامعنی حامل و محمول نعمت ہائے

صفات و ذات ربانی داخل و مدخول الانسان سری

و انا سرہٗ رازِ نہانی عاشق و معشوق العشق نار یحرق

ماسوی اللہ شہباز لامکانی لوناہی و نعمانی

عابد و معبود و عبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین

http://www.apnaorg.com

اے طالب دیر نہ کر خوابِ غفلت سے بیدار ہو ایک دم کا بھروسہ نہیں ہے اللہ کی تلاش کامل مرشد کے وسیلہ سے اپنے تئیں میں کرنے کا مکمل ارادہ کر لے اور مرشد کامل تجھے انشاء اللہ ایک ہی نگاہ میں یگانہ و عارف باللہ بنا دے گا اگر تو علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین لے کر اس کے در پر ایک دفعہ آجائے تو تجھے عارف باللہ بنا دے۔

چشم آں باشد کہ برحق شد نظر
چشم ظاہر داشتہ ہم گاؤ خر
مرشد آں باشد بود قربش الٰہ
طالباں را باز دارد از گنہ

یعنی مرشد وہ ہوتا ہے جو دراصل باللہ ہو اور طالبوں کو ہر قسم کے عیب و گناہ سے باز رکھے۔

حضرت سلطان باہوؒ کی اولادِ پاک صاحبزادگان
اعلیٰ حضرت حاجی محمد اکبر سلطان فنافی ھُو
اعلیٰ حضرت چن سلطان امیر افضل فنافی ھُو
صاحبزادہ قمر سلطان سے حقیقی طلب مولیٰ

http://www.apnaorg.com

سینہ میں لیے ہوئے بصد عجز و نیاز عشق و محبت و عقیدت دست بستہ طالب حق ہونے کے آرزومند ہوں اور فیوض ربانی و نعمت عرفان و فقر نہانی سے اپنی دلی مرادیں حاصل کریں۔

الحاج شہزادہ حضرت چن سلطان امیر افضل صاحب کو بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے لاہور میں رہائش پذیر ہونے کا حکم ملا ہوا ہے یہ ہماری خوش بختی اور خوش قسمتی ہے کہ ہم سیاہ کاروں اور گناہ گاروں کو ان کے قرب ان کی نظرِ عنایت ہر وقت جاری ہے۔ حضرت صاحب ہر ماہ گیارہویں شریف بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں، گیارہویں شریف ہر چاند کی دس تاریخ کو مناتے ہیں۔

لوگ صبح شام دربارِ عالیہ پر حاضری دیتے ہیں۔

آپ کا آستانہ عالیہ کوٹھی حق باہوؒ رستم پارک نزد موڑ سمن آباد ملتان روڈ۔ لاہور پر واقع ہے۔

اس لیے میں اپنا پیغام ان لوگوں تک پہنچانا چاہتا ہوں جن کو طلبِ الٰہی کی طلب ہے۔

میرے مرشد کامل و اکمل الحاج شہزادہ چن سلطان امیر افضل مدّ

http://www.apnaorg.com

کے آستانۂ عالیہ پر حاضری دیں آپ کے وسیلے سے حضرت سلطان باہوؒ سلطان العارفین سے اپنی دینی و دُنیاوی، ظاہری اور باطنی مُرادوں اور خواہشوں کی تکمیل کریں۔

خلیفہ حضرت سلطان باہوؒ

سلیم اختر

حق باہو بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ سچ باہو

تعارفی بیان

دُرِّ دریائے ملکوت ہملئے اوجِ لاہوت مرشدنا و مولانا حضرت شیخ سلطان باہو قدس اللہ سرّہ العزیز فانی فی اللہ باقی باللہ اولیائے کرام و مشائخ عظام میں ایک نہایت ممتاز اور برگزیدہ ہستی ہیں۔ آپ کا سلسلہ پاک قادری سروری ہے۔

سلطان العارفین عارفوں کے بادشاہ آپ کا مشہور معروف لقب ہے۔ آپ کی نظرِ کرم اور توجہ باطنی سے بے شمار طالبانِ حق خدا رسیدہ ہوئے۔ اِس دارِ فانی سے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کی قبرِ انور سے فیض کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری ہے۔ آج بھی لاکھوں خوش نصیب لوگ آپ کے روضۂ انور کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور بامراد واپس لوٹتے ہیں۔

http://www.apnaorg.com

علم تصوف میں آپ ایک سو چالیس کتابیں بزبانِ فارسی تصنیف فرما چکے ہیں جو اہلِ تصوف کے نزدیک بے حد مقبول ہیں۔

آپ کی تصنیفات کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ ہی ان کی تاثیر بھی شروع ہو جاتی ہے اور ان میں سے کسی ایک کا بلا ناغہ مطالعہ ہی طالب اللہ کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

☆

http://www.apnaorg.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرہ شریف قادریہ سروریہ سلطانیہ

طالب بیا طالب بیا تا رسانم روزِ اوّل با خدا
ہر کہ طالب حق بود من حاضرم زا بتدا۔ تا انتہا یک دم برم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اللہ اللہ

حق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

ولی سلطان باہو سخی سلطان باہو پیر رحمٰن حق بود شافعی وافی جلیل وہم لبقاستار و فتاح نجم الدین یحییٰ دگر جبار رو رزاقم ہمیشہ شافعی وافی۔ شفیع ام غوث اعظم بوسعید و بوالحسن کافی۔ ولی بوالفرہم واحد ونغمی وشبلی مرا شافعی جنید سقطی و معروف۔ داؤد حبیب عجمی حسن ہم حیدر و احمد محمد شافعی وافی اللہ اللہ اللہ حق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اولادِ حضرت سلطان باہوؒ شہزادہ حسن سلطان امیر افضل مدظلہٗ۔

http://www.apnaorg.com

خلیفہ حضرت سلطان باہو سلیم اختر نوری جنوری۔

عارف باللہ دے پنا حق سلطانؒ باہو پیر پیشوا
صدقہ ذات یا الٰہ مصطفیٰؐ کے واسطے

وَ اِذا تَمَّ الفقر جام فقیری کر عطا
ولی محمدؒ محمدؒ حسین سیر الہٰ کے واسطے

رزق و روزی علم و عرفاں دین و عشق عطا کر
حافظ محمد غلام باہوؒ اتقیا کے واسطے

مغفرت فرما ہماری بخشش اگلے پچھلے گناہ
باہوؒ برخوردار محمد بخش اولیا کے واسطے

جام وحدت کا پلادے ساقیا بھر کر مجھے
حاجی محمد بخشؒ اللہ بخشؒ افضلؒ اہلِ صفا کے واسطے

کر منور نورِ عرفاں سے میرا قلب حزیں
محمد اکبر سلطان ہادی نورِ الٰہ کے واسطے

روسیاہوں پُر گناہ ہوں ہاں مگر تیرا ہی ہیں
ہے سہارا نام تیرا مجھ گدا کے واسطے

http://www.apnaorg.com

میں سوالی مانگتا ہوں بھیک تیرے عشق کی
مِن امیر افضل سلطان شہنشاہ کے واسطے

من نور اللہ التجائے عاجزاں و بیکساں
شوکتؒ سلطان شہید تسلیم و رضا کے واسطے

سینہ کر روشن بحق قمر سلطان
عام سلطان پیشوا کے واسطے

سب کرو مل کر دعا من نور اللہ کے حق صدا
ہوں باہوؒ کی محبت میں فنا دائم بقا کے واسطے

خلیفہ سلیم اختر
سلطان باہوؒ

http://www.apnaorg.com

مدارج سلطانی میں آپؒ کے حسب ذیل ننانوے ۹۹ نام منقول ہیں

ھُوَ السُّلطَانُ الَّذِی لَیسَ کَمِثلِہٖ سُلطَانٌ اِلَّا سُلطان شیخ محمد باہوؒ

محمد باہو حامد اللہ	محمد باہو	محمود اللہ	مسعودؒ	ناصرؒ
منصورؒ	مغفورؒ	مسرورؒ	ناظرؒ	منظورؒ
ذاکرؒ	مذکورؒ	قابلؒ	مقبولؒ	واصلؒ
مقربؒ	طالبؒ	مطلوبؒ	حبیبؒ	محبوبؒ
مرغوبؒ	عاشقؒ	معشوقؒ	صادقؒ	مصدقؒ
خالصؒ	مخلصؒ	محسنؒ	حکیمؒ	حلیمؒ
عظیمؒ	کریمؒ	کلیمؒ	ہادیؒ	مہدیؒ
ولیؒ	سنیؒ	قادریؒ	سروریؒ	خلیلؒ
جمیلؒ	وکیلؒ	صفیؒ	تقیؒ	نقیؒ
قریشیؒ	ہاشمیؒ	طیبؒ	طاہرؒ	مظہرؒ
خطیبؒ	اُمّیؒ	فصیحؒ	ملیحؒ	سراجاؒ

http://www.apnaorg.com

منیرؒ	بشیرؒ	نذیرؒ	خلیقؒ	شفیقؒ	رفیقؒ
عتیقؒ	عزیقؒ	حقؒ	مبینؒ	متینؒ	امینؒ
مکینؒ	اوّلؒ	آخرؒ	ظاہرؒ	باطنؒ	رحمتؒ
عادلؒ	عالمؒ	عاملؒ	کاملؒ	مکملؒ	اکملؒ
فاتحؒ	حافظؒ	شہیدؒ	مریدؒ	مرشدؒ	عابدؒ
زاہدؒ	مومنؒ	متوکلؒ	عارفؒ	شیخؒ	کبیرؒ
امیرؒ	فقیرؒ	غریبؒ	غوثؒ	قطبؒ	مغفرؒ

محدثؒ سلطانؒ اولیٰ مِنْ کُلِّ السلطانِ قدس سرہٗ

دلوٹے ، آپ کے صفاتی اسم حق اور ذاتی اسمِ باہُو کو ملا کر حق باہُو بلند آواز سے وظیفہ پڑھنا نہایت مجرب ہے جو دو ایک کا نہیں لاکھوں طالبوں کا آزمایا ہوا ہے۔ اس وظیفے کو بلاناغہ پڑھنے سے دِل کی سیاہی دُور قلب روشن اور سینہ منوّر ہو جاتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا بچپن

بچپن ہی میں آپ کے روحانی کمالات کے ظہور سے آئندہ زندگی کی تصویر نمایاں تھی۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ قدس سرہا کا دُودھ رمضان المبارک میں سحری سے لے کر شام تک نہیں پیتے تھے یعنی اپنے والدین کی طرح صائم رہتے تھے۔ جب دایہ آپ کو سیر و تفریح کیلئے گھر سے باہر لے جائیں تو آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر اکثر ہندو لوگ کلمہ طیبہ پڑھ لیتے تھے۔

چنانچہ منقول ہے کہ ایک روز شہر کے تمام ہندو اکٹھے ہو کر آپ کے والد ماجد حضرت بایزیدؒ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دایہ آپ کے فرزند ارجمند کو وقت بے وقت باہر لانے سے ہمارے دین کا سخت نقصان کرتی ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اپنے برخوردار کے لیے سیر و تفریح کا وقت مقرر کر دیں۔ ہم اپنے دین کی حفاظت کے لیے منادی کرنے والے ملازم رکھ لیں گے۔ آپ نے ان کی درخواست منظور فرمالی، چنانچہ ہندوؤں نے

اس کام کے لیے نوکر مقرر کر لیے اور انہیں تاکید کر دی کہ جس وقت حضرت بایزید محمد قدس سرہ العزیز کا صاحبزادہ محمد باہوؒ گھر سے باہر تشریف لائے فوراً باآواز بلند منادی کر دیں۔ جب نوکر منادی کرتے تو ہندو لوگ فوراً اپنی دکانوں اور مکانوں کے اندر گھس جاتے۔

سلطان الاولیاء امام الاتقیاء حضرت سلطان حامد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہ کی زبان دُرفشاں سے خاص وقتوں میں جب کہ آپ اسرار بیان فرمایا کرتے تھے یہ سُنا کہ شروع سے لے کر آخر دم تک حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کی نگاہ مبارک جس غیر مسلم پر پڑی وہ فوراً کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

سبحان اللہ یہ کتنا بڑا فضل خداوندی ہے کہ اس نے اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی اُمت کے اولیاء کی نظر میں اتنی تاثیر پیدا کر دی۔ روایت ہے کہ عالم طفولیت میں ایک دفعہ جب آپ بیمار ہوئے تو آپ کی اجازت سے لوگ ایک برہمن طبیب کو بلانے کے لیے اس کے گھر گئے۔ برہمن نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں

http://www.apnaorg.com

وہاں گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ بہتر ہے کہ آپ ان کا قارورہ یہاں لے آئیں۔ مریدوں نے ایسا ہی کیا۔ جب اِس برہمن طبیب نے قارورہ کی بوتل اُٹھا کر دیکھا، تو بے ساختہ کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔

آپ کی یہ کرامت گرد و نواح میں ابھی تک مشہور ہے اور یہ تو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ہزاروں خاص و عام دیکھتے ہیں۔ اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک دیکھتے رہیں گے کہ جس وقت لوگ آپ کے مزار شریف کی زیارت کے لیے خانقاہ شریف کے اندر داخل ہوتے ہیں تو مزار شریف کو دیکھتے ہی بے اختیار ذاتِ الٰہی کے شوق سے رونے لگ جاتے ہیں اور ذکرِ جہر ان کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ سینکڑوں بانصیب آدمی صاحبِ حال زندہ دِل بانصیب آدمی صاحبِ حال زندہ دِل صاحبِ تاثیر ذاکرِ قلبی اور ذاکرِ روحی ہو جاتے ہیں یہ محض کمالِ اطاعت حضوری نبی کریمؐ کا نتیجہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِفَضْلِكَ الْعَظِیْمِ

چونکہ آپ مادر زاد ولی اللہ اور فیض ازلی سے بہرہ مند تھے اس لیے

http://www.apnaorg.com

بچپن میں ہی آپ پر واردات وجذباتِ الٰہی طاری ہونا شروع ہوگئے آپؒ فرماتے ہیں کہ ان تجلیاتِ الٰہیہ کی کثرت کے سبب مجھے ظاہری علم حاصل کرنے کا کوئی وقت نہیں بچتا تھا، لیکن علمِ باطن کی فتوحات اس قدر تھیں کہ کئی دفتروں میں نہ سما سکیں۔

اگرچہ نیست ما را علمِ ظاہر ز علمِ باطنی جاں گشتہ طاہر

علم تصوف اور سلوک طریقت کے موضوع پر آپؒ نے علمِ باطن کے کشف سے فارسی اور عربی زبان میں ایک سو چالیس کتابیں لکھی ہیں جن کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ اگر یقین کامل سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو راہِ سلوک میں طالب اللہ کے لیے راہبرِ کامل کی حیثیت رکھتی ہیں اور سچ بات تو یہ ہے اگر آپؒ کی تصانیف کا بلا ناغہ مطالعہ کیا جائے تو ظاہری طور پر بھی کسی بزرگ کے ہاتھ پر چنداں ضرورت نہیں رہتی اور طالب کی اس حاجت کو بھی حضور سلطان العارفین اپنی ذاتِ اقدس سے پورا فرما دیتے ہیں ہمارا یہ کہنا خوش اعتقادی ہی نہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔

٭

http://www.apnaorg.com

سرکارِ دوعالمؐ سے بیعت

جب آپؒ سنِ بلوغت کو پہنچے تو ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ قصبہ شورکوٹ کے قریب کھڑے تھے کہ اچانک ایک صاحبِ حشمت، صاحبِ نُور اور بارعب سوار نمودار ہُوا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو پیچھے بیٹھا لیا، لیکن کچھ دیر بعد دل کو ٹھہرایا، جُراُت کی اور سوال کیا کہ حضرت آپ کی تعریف کیا ہے اور آپ کا مجھے کہاں لے جانے کا ارادہ ہے۔ اس پاکیزہ دِل سوار نے پہلے توجہ کی اور اس کے بعد اپنی زبان درفشاں سے ارشاد فرمایا میرا نامؓ علیؓ ہے اور میں تجھے حسبِ ارشاد حضرت محمد مصطفےٰؐ کی مجلسِ پاک میں لیے جا رہا ہوں۔ یہ سُن کر آپ مطمئن ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد آپکو حاضرِ مجلس کر دیا گیا۔ اس وقت حضرت صدیقِ اکبرؓ، حضرتِ عمرؓ فاروقؓ، حضرتِ عثمانِ غنیؓ بھی اہلِ بیت اطہار کی مجلس میں موجود تھے آپکو دیکھتے ہی سب سے پہلے حضرت صدیقِ اکبرؓ مجلس سے اُٹھے اور حضرت سلطان العارفین سے مُلاقات کی اور توجہ فرما کر

http://www.apnaorg.com

رخصت ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جب تینوں خلفائے رسولؐ باری باری رخصت ہو گئے اور مجلس میں صرف اہلِ بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی رہ گئے تو حضور حضرت قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرۂ اقدس سے اس قسم کے آثار نظر آئے تھے کہ میری بیعت کے لیے نبیٔ کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے انہیں ارشاد ہوگا مگر بظاہر خاموش تھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلحاظ مجھے دربارِ رسالت میں پہنچانے کے پہلے وسیلہ اور ہادی تھے۔

کچھ دیر بعد حضور نبی کریمؐ نے اپنے دونوں دستِ مبارک میری طرف بڑھائے اور ارشاد فرمایا کہ میرے ہاتھ پکڑو پھر مجھے دونوں مبارک ہاتھوں سے بیعت اور تلقین فرمایا، آپ کے مبارک ہاتھوں کو پکڑنے کی دیر تھی کہ میرے لیے مقامات اور درجات کا کوئی حجاب باقی نہ رہا، دُور اور نزدیک کی ہر چیز یکساں دکھائی دینے لگی لوحِ محفوظ کے تمام پردے اُٹھ گئے۔ اوّل آخر، ظاہر باطن ایک جیسا ہو گیا، چنانچہ آپؒ اپنی کتاب عین الفقر شریف میں ارشاد

فرماتے ہیں کہ مرشدِ کامل ایسا ہی ہونا چاہیے جو طالب کو ایک ہی نظر سے مراتبِ انتہا کو پہنچا دے اور حجابات کو دُور کر کے اسے مشاہدات میں غرق کر دے۔" پھر فرماتے ہیں جب نبی کریمؐ تلقین فرما چکے تو سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے مجھے فرمایا" کہ تو میرا فرزند ہے۔" میں نے حضرتِ سبطین الشریفین کے قدم مبارک چُومے اور اپنے کانوں میں غلامی کا حلقہ پہنا۔

حضور نبی کریمؐ نے تلقین کے بعد فرمایا کہ خلقِ خدا سے ہمت کرنا کیونکہ تمہارا مرتبہ دن بدن بلکہ گھڑی بہ گھڑی ترقی پر ہوگا اور ابد الآباد تک ایسا ہوتا رہے گا، کیونکہ یہ حکم سروری سرمدی ہے اس کے بعد آقائے نامدار مالک کون و مکاں محبوب ربِ دو جہاںؐ نے مجھے قطب الاقطاب غوث الاغیاث محبوبِ سُبحانی حضرتِ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کے سپرد فرمایا۔ حضرت پیر دستگیر قدس العزیز نے مجھے سرفراز کے بعد خلقت کے لیے ارشاد و تلقین کا حکم دیا۔

باھو را ارشاد کُن مصطفےٰؐ
خلق را تلقین کُن بہرِ خدا

٭

http://www.apnaorg.com

کلام سلطان باہوؒ
اُردو ترجمے کے ساتھ
چنبے دی بُوٹی

الف اللہ چنبے دی بُوٹی مرشد مَن وچ لائی ہُو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ہُو
اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلاں تے آئی ہُو
جیوے مُرشد کامل باہو جیں ایہ بوٹی لائی ہُو

ترجمہ: اللہ کو چنبے یعنی چنبیلی کے پھُول یا بوٹے سے تشبیہ ایک اچھوتا خیال ہے جو اس سے پہلے کسی زبان میں کسی شاعر نے نہیں باندھا۔

چنبیلی کا پھُول اپنی سادگی، حسن، پاکیزگی اور خوشبو کے لحاظ سے تمام پھُولوں میں منفرد ہے پھر اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس پودے پر پھُول موسمِ بہار میں کھلنے شروع ہوتے ہیں اور موسم گرما کے آخر تک کھلتے رہتے ہیں اور اگر اس کی توجہ سے آبیاری کی جائے تو اپنے خاص موسم میں پہنچ کر اس کی مہک میں خاص اضافہ ہو جاتا ہے۔

http://www.apnaorg.com

اس بیت میں اللہ کو چنبے دی بُوٹی اس لیے کہا گیا ہے کہ اللہ کی ذات ایک منفرد ذات ہے اور اس کا عشق بھی منفرد نوعیت کا حامل ہے جوں جوں عشق دِل میں گھر کرتا چلا جاتا ہے اس میں پختگی آتی چلی جاتی ہے اور اسرارِ وحدت عاشق پر عیاں ہوتے چلے جاتے ہیں اور عاشق حدودِ مکانی سے نکل کر لامکاں کی وسعتوں میں گُم ہوتا چلا جاتا ہے یوں وہ قرب و وصال کی لذتوں سے ہمکنار ہوتا ہے شاعر کا خیال ہے کہ یہ بُوٹی عاشق کے دِل میں کسی مرشد کے ہاتھوں لگتی ہے یعنی کسی بزرگِ کامل کی نظر کا فیضان ہوتا ہے۔

پھر اس بُوٹی کے لیے نفی اور اثبات کے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ نفی اثبات کی اصطلاح کلمہ لا اِلٰہ الا اللہ سے ماخوذ ہے جس کے پہلے حصے میں نفی یعنی کوئی نہیں معبود دوسرے حصے میں اثبات یعنی "مگر صرف اللہ کے" موجود ہے۔ نفی اور اثبات کا ثبوت کائنات کے ذرّے ذرّے سے ملتا ہے اس بوٹی کی پرورش نفی اثبات کے پانی سے نہایت تیزی سے ہوتی ہے اور پھر جب یہ بوٹی پھُول دینے پر آتی ہے یعنی جب عشق اپنے عروج پر پہنچتا ہے

http://www.apnaorg.com

تو اس کا اظہار ہونے لگتا ہے۔ پھول کے اندر خوشبو اور عشق کا جوبن دونوں خروج کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں۔ پھول اپنی خوشبو اور عشق اپنی دیوانگی اور فرزانگی سے ذاتِ الٰہی کا اظہار اور اس کے وجود کی دلیل بن جاتے ہیں۔ آخر میں باہُو مرشدِ کامل کی زندگی اور سلامتی کے لیے دُعا گو ہیں جن کی بدولت انہیں عشق جیسا جذبۂ صادق اور عاشقِ صادق کا بلند اور عظیم مقام حاصل ہُوا۔

مختصر یہ کہ اللہ کی محبت چنبے کی بُوٹی کی مانند ہے جو کسی مرید کے دِل میں اس کے مرشدِ کامل کی توجہ کا فیضان ہوتا ہے اور یہ یقین کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" اس بوٹی کی پرورش کرتا ہے جس طرح جب یہ بوٹی پھول دینے پر آتی ہے تو خوشبو اس کے غنچوں میں بے چین ہو کر اظہار یعنی باہر نکلنا چاہتی ہے اسی طرح اللہ کا عشق اسرارِ کائنات سے پردے اُٹھاتا ہے تو پھر اس کے لیے پوشیدہ رہنا ممکن نہیں رہتا۔ یہی اظہار ذاتِ واحد کی دلیل بن جاتا ہے۔ گویا اللہ کے راستے پر گامزن ہونے کے لیے کسی مُرشدِ کامل کا دامن پکڑنا بہت ضروری ہے۔

http://www.apnaorg.com

ازل ابد نوں صحی کیتو سے

ازل ابد نوں صحی کیتو سے دیکھ تماشے گزرے ہُو
چودال طبق دِلے دے اندر آتش لائیے حجرے ہُو
جنہاں حق نہ حاصل کیتا، دو ہیں جہاناں اجڑے ہُو
عاشق غرق ہوئے وِچ وحدت دیکھ تنہاں دے مجرے ہُو

ترجمہ: جن لوگوں نے اس دُنیا کو ازل اور ابد کے تناظر (پس منظر) میں دیکھا ان کیلئے تو یہ دُنیا ایک تماشا گاہ ہے جس طرح کوئی شخص پل دو پل رُک کر کوئی تماشا دیکھتا ہے اور پھر اپنے راستے پر چل پڑتا ہے اسی طرح وہ لوگ اس تماشا گاہ کو سرسری نظر سے دیکھتے ہُوئے گزر جاتے ہیں۔ ان تماشوں میں اُلجھ کر نہیں رہ جاتے۔ حجرے یعنی عبادت گاہ سے متعلق فرماتے ہیں کہ دل کے اندر چودہ طبق موجود ہیں۔ جب زمین و آسمان، مکاں، لامکاں سبھی کچھ دل کے اندر موجود ہیں اور بیٹھے بیٹھے ان کی سیر کی جاسکتی ہے اور وصالِ

http://www.apnaorg.com

خدا ہو سکتا ہے تو پھر ظاہری عبادت گاہوں کو نذرِ آتش کردو کہ ان کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے یعنی اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے ظاہری نہیں باطنی ذکر و فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔

جن لوگوں نے حصولِ حق کی خواہش اور کوشش نہ کی یعنی طالبِ باری تعالیٰ نہ ہوئے وہ دونوں جہانوں سے راندے گئے انہیں نہ دُنیا ملی نہ عقبہ۔

عاشق لوگ جو طالبِ دیدارِ حق تھے انہوں نے جب ان کے انداز اور عبرتناک انجام دیکھا تو وہ اور بھی ذاتِ واحد اور اس کے عشق میں ڈوب گئے۔

یعنی انسان کی زندگی اور تخلیق کا اصل مقصد حصولِ دیدار باری تعالیٰ ہے۔ جو لوگ اس مقصد کے حصول میں زندگی بسر کرتے ہیں وہی دین و دُنیا میں سُرخرو ہوتے ہیں۔

اک دَم سجن، لکھ دم وَیری

اک دم سجن' لکھ دَم ویری اک کے مارے مردے ہُو
اک دم پچھے جنم گوایا' چور بنے گھر گھر دے ہُو

لائیاں دا اوہ قدر کیہ جانے محرم جو نہ سِر تے ہُو
اوہ کیوں دھکے کھاون جہڑے طالب سچے در دے ہُو

ترجمہ: پہلے دو مصرعوں میں اشارہ عشق مجازی کی طرف ہے ایک سجن کا ذکر ہوتا ہے جس کی ذات سے ہماری خوشی، ہمارا سکون وابستہ ہوتا ہے اور جس سے ٹھنڈی ہوا ملتی ہے مگر اس کے مقابلے پر لاکھوں لوگ اس خوشی اور سکون کے دشمن ہو جاتے ہیں اور وہ ایک محبوب جس کی خاطر اپنی زندگی تک داؤ پر لگا دیتے ہیں اور گھر گھر تنقید اور ملامت کا نشانہ بن جاتے ہیں وہ بھی ہمارا نہیں ہوتا کیونکہ وہ بھی ہماری ان دلی کیفیات اور اس راہ میں درپیش مسائل سے واقف نہیں ہوتا اس لیے وہ ہماری محبت کی قدر نہیں کر سکتا، کیونکہ جب تک (کوئی) محبوب خود مسائل اور ان راہوں سے نہیں گزرتا وہ عاشق کے جذبات کی قدر دانی نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عاشق گھر گھر مطعون و ملعون ہے۔ بے چین و بے سکون ہے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے اور محبوب بھی قدردان نہیں اگر محبوب قدردان ہوتا تو بھی عاشق کے دکھوں کا مداوا ہو سکتا تھا۔

http://www.apnaorg.com

مگر باہوؒ کا خیال ہے عشق مجازی کی بجائے جن لوگوں نے عشقِ حقیقی اختیار کیا اور طالبِ خدا ہوئے وہ ان تمام تکلیفوں سے نجات پا کر سکون و اطمینانِ قلب کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔

اکھیں سُرخ تے مونہیں زردی

اکھیں سُرخ تے مونہیں زردی ہر ولوں دِل آہیں ہُو
مہا مہار خوشبوئی والا پوہتا ونج کداہیں ہُو
عشق مُشک نہ چھپے رہندے ظاہر تھیں اتھائیں ہُو
نام فقیر تنہاں دا باہُو جناں لامکانی جائیں ہُو

ترجمہ: باہوؒ کا کہنا ہے کہ جب جذبۂ عشق بیدار ہوتا ہے تو اس کی کچھ علامات ظاہر ہونے لگتی ہیں جن سے دیکھنے والوں کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ مرضِ عشق نے عاشق کے خانۂ دِل میں بسیرا کر لیا ہے اور پھر ان علامات کا ذکر کرتے ہیں کہ عاشق کی آنکھیں ہر دم بے چین و بیقرار رہنے اور شب بیداری اور اندرونی بے سکونی کے باعث سُرخ ہو جاتی ہیں چہرے پر زردی چھا جاتی ہے اور ہر پل

http://www.apnaorg.com

ہر کروٹ دل سے آہیں نکلتی رہتی ہیں۔ ٹھنڈی طویل سانسیں اس کی اندرونی خلفشار کا پتہ دیتی ہیں۔

تیسرے مصرعے میں فرماتے ہیں کہ جس طرح خوشبو کو سات پردوں یا تہوں میں بھی چھپا کر یا لپیٹ کر رکھیں تو بھی چھپی نہیں رہتی۔ یعنہٖ عشق بھی اپنی علاماتِ مذکورہ کی بنا پر چھپا نہیں رہتا۔ عاشق کا زرد چہرہ۔ سرخ آنکھیں افسردہ نظر گوشۂ تنہائی کا متلاشی ہونا اور ہر دم ہر جا بے کلی و اضطراب اس کے مرض کی تشخیص کرتا ہے اور یوں عشق اپنے اظہار کا باعث بنتا ہے۔

پھر آخری مصرعے میں عشق کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ یہ عشق یہی ہے جو عاشق کو بے نیازِ دنیا کر کے مقامِ فقر عطا کرتا ہے اور فقیر کو لامکاں تک لے جاتا ہے یعنی واصل خُدا کر دیتا ہے۔

ان اشعار میں سلطان باہوؒ عشق کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، کیونکہ ان کی نظر میں مقامِ فقر اعلیٰ ترین مقام ہے۔

http://www.apnaorg.com

الف احد جد دِتّی دکھالی

الف اَحد جد دِتّی دکھالی از خود ہویا فانی ہُو
قرب، وصال، مقام نہ منزل، نہ اُتھ جسم نہ جانی ہُو
نہ اُتھ عشق محبت کائی نہ اُتھ کون مکانی ہُو
عینوں عین تھیو سے باہُوؔ سرِّ وحدت سبحانی ہُو

ترجمہ : وحدت الوجود صوفیانہ شاعری کا خاص موضوع ہے جس سے مُراد یہ ہے کہ کائنات اور کائنات میں موجود ہر شے حُسنِ حقیقی اور حسنِ مطلق (خدا) کا پرتَو ہے۔ حسن حقیقی کُل ہے اور باقی تمام مظاہر معہ انسان اس کے جزو ہیں، لہٰذا کائنات میں ہر جگہ اور ہر شے حتیٰ کہ خاک کے ذرّوں میں بھی اسی کا نُور، اسی کا عکس، اسی کا حسن جلوہ فگن ہے۔ نیز یہ تمام مظاہر عارضی اور فنا ہو جانے والے ہیں۔ انسان جو ان مظاہر کا حصّہ ہے خود بھی فانی ہے جب کوئی انسان حسنِ حقیقی کے دیدار کا طالب ہوتا ہے اور اس کی محبت میں اپنی ہستی کو بھُول جاتا ہے تو ایک مقام ایسا بھی آتا ہے جہاں وہ نورِ حقیقی کے جلوؤں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے

http://www.apnaorg.com

فانی انسان ان نظاروں سے از خود رفتہ ہو کر ان میں اس طرح ڈوب جاتا ہے کہ اس کی نظر میں قرب و وصال، مقام و منزل اور جسم و جان جیسی خواہشات بے حقیقت اور بے معنی ہو جاتی ہیں۔ عشق و محبت جیسے جذبے جن کی اس کی نظر میں کبھی بڑی قیمت ہوتی تھی اور کون و مکاں کی وسعتیں لامتناہی تھیں سب کچھ سمٹ کر بے وقعت ہو جاتا ہے۔

ایسے میں وہ اپنی آنکھوں سے اللہ سبحانہٗ کی شان اور وحدت کے اسرار دیکھتا ہے اور حیرت و خوشی سے ان میں کھو جاتا ہے۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ اپنے عارف پر اپنی وحدت کے اسرار منکشف کرتا ہے تو اس کی نظر میں ہر وہ شے جو کبھی بڑی وقعت و معنی رکھتی تھی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ محدود و لامحدود اور مکاں و لامکاں کا فرق مٹ جاتا ہے۔

http://www.apnaorg.com

الف الست سنا دل میرے

الف اَلَسْت سنا دل میرے جند بلےٰ اکو کیندی ہُو
حبّ وطن دی غالب ہوئی ہک پل سون دیندی ہُو
قہر پوے اس رہزن دنیا حق دا راہ مریندی ہُو
عاشق مُول قبول نہ باہُوؒ زاروزار رویندی ہُو

ترجمہ: اس رباعی کے پہلے مصرعے میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب روزِ ازل پروردگار نے اس رُوح سے پُوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" تو رُوح نے پکار کر کہا تھا کہ "بے شک تُو ہی میرا رب ہے" باہُوؒ فرماتے ہیں کہ اے میرے دل تو نے وہی اَلَسْت کا کلمہ سُنا کہ میری رُوح ہر وقت بلےٰ بلےٰ پکار رہی ہے (بے شک تو ہی میرا رب ہے) اپنے اصل وطن سے دُوری کی وجہ سے رُوح بے چین رہتی ہے اسے کسی پل قرار نہیں۔ نیند جو انسانی صحت کے لیے بیحد ضروری ہے رُوح کی اس بے چینی و بیقراری کی وجہ سے میرا وجود اس سے محروم ہو چکا ہے۔ انسانی

رُوح جو جزو ہے اور اپنے کل (خدا) سے جُدا ہے۔ اپنے کل سے ملنے کے لیے ہر وقت بے قرار رہتی ہے اور کسی پل چین وسکون سے نہیں رہنے دیتی اور اس کا سبب وہ اس دُنیا کو قرار دیتے ہیں جو اس جزو اور کل کے درمیان حائل ہے اور انہیں ملنے نہیں دیتی۔ جو راہِ حق میں حائل ہے۔

راہِ حق کو اختیار کرنے کے لیے عشق کے گھوڑے کی سواری لازمی ہے اور دُنیا کو عاشق لوگ ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ وہ مختلف طریقوں سے انہیں پریشان کرتی اور رلاتی رہتی ہے۔

جذبۂ عشق کی یہ تاثیر ہے کہ جو اسے اختیار کر لیتا ہے وہ دُنیا سے الگ تھلگ ہو جاتا ہے اسے پھر دُنیاوی رونقیں نہیں بھاتیں۔ دُنیا داری سے رغبت نہیں رہتی۔ عاشق کے انداز و اطوار ہی جُدا ہو جاتے ہیں، کیونکہ اس کی زندگی کا مقصد بدل جاتا ہے اور دُنیا کو یہ بات پسند نہیں، لہٰذا عاشق کو اذیتیں پہنچا کر خوش ہوتی ہے۔ عاشق کے انمول آنسوؤں کو خاک میں ملا کر سکون محسوس کرتی ہے لہٰذا باہوؒ کا کہنا ہے کہ اس ظالم دُنیا سے رغبت اچھی نہیں۔

اللہ پڑھیوں، حافظ ہویوں

اللہ پڑھیوں حافظ ہویوں، نہ گیا حجابوں پردا ہُو
پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویوں، طالب ہویوں زادا ہُو
لکھ ہزار کتاباں پڑھیاں، ظالم نفس نہ مردا ہُو
باجھ فقیراں کوئی نہ مارے، ایو چور اندر دا ہُو

ترجمہ: لفظ اللہ پڑھ کر یعنی کلام اللہ کو یاد کر کے کوئی حافظ تو کہلا سکتا ہے لیکن کلامِ الٰہی کو پڑھنے کا جو اللہ اور بندے کے درمیان پردہ حائل ہے وہ تو نہیں اُٹھتا۔ اسرارِ کائنات کا انکشاف تو نہیں ہوتا جو مقصد تخلیق انسان ہے۔

دُنیاوی علم کے حصول سے بعد ہم عالم فاضل ہو سکتے ہیں لیکن لالچ دُنیا اور طلبِ دولت کم ہونے کی بجائے مزید بڑھ جاتا ہے، یعنی دُنیاوی علم قناعت اور فقر کی دولت عطا نہیں کرتا۔ ہم کتنی ہی کتابیں کیوں نہ پڑھ لیں یہ نفس کا خاتمہ نہیں کر سکتیں اور نفس ہی وہ ظالم ہے جو انسان کے اندر لالچ اور ایسی دیگر بُرائیوں کی حوصلہ

http://www.apnaorg.com

افزائی کرتا ہے۔ یہی انسانی دل و دماغ کو مختلف ترغیبات دیکر
برائیوں پر آمادہ کرتا ہے جو دُنیاوی دلدل میں پھنسا تا چلا جاتا ہے
جو تقریبِ الٰہی سے دُور رکھتا ہے۔ باہُوؒ فرماتے ہیں کہ نفس جیسے
ظالم اور طاقتور دشمن کو کوئی فقیرِ درویش ہی مار سکتا ہے، کیونکہ یہی
تمام برائیوں کا منبع ہے اور فقیر ان تمام دُنیاوی حاجات سے بے نیاز
ہوتا ہے اسے طلبِ رضائے الٰہی کے سوا کوئی طلب نہیں ہوتی۔
لبِ لباب یہی کہ دُنیاوی علم خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ
حاصل کر لیا جائے وہ نفس جیسی ظالم طاقت اور جابر بلا کو ختم نہیں
کر سکتا بلکہ اس کی پرورش میں معاون ہوتا ہے۔ دوسری بات جو
سلطان باہُوؒ نے سمجھائی ہے وہ بھی بڑی اہم ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ
تلاوتِ کلامِ پاک اگر معنی و مطالب سمجھ کر نہ کی جائے تو اس کا کوئی فائدہ
نہیں۔ اس سے حافظ بن سکتے ہیں عارف نہیں۔ مقامِ فقر کا حصول ممکن
نہیں۔ گویا دینی اور دنیاوی علوم کے حصول کا واحد مقصد معرفتِ الٰہی کا
حصول ہونا چاہیئے۔

اللہ صحی کیتوسے جس دم

اللہ صحی کیتہ جس دم چمکیا عشق اگوہاں ہُو
رات دیہاں دیوے تا تکھیرے کرے اگوہاں سوہناں ہُو
اندر بھا ئیں اندر بالن اندر دسے وچ دھوہاں ہُو
شہ رگ تھیں رب نیڑے لدھا جد عشقے کیتا سواہا ہُو

ترجمہ: جب اللہ باری تعالیٰ کا ذکرِ پاک صحیح طریقے سے کیا جاتا ہے خلوص و محبت سے ذکرِ خدا کیا جاتا ہے تو عشقِ ازل دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے پھر رات دن عاشق عشقِ خدا میں سرشار و سرمست رہتا ہے اور تقریبِ الٰہی کا متلاشی رہتا ہے۔ اور جب عشق کے بھانبھڑ دل میں جلتے ہیں تو پھر دِل سلگتا ہے اس سے دُھواں اُٹھتا ہے۔ فرقت کی آگ جلتی ہے اور دِل خود ایندھن بن کر جلنے لگتا ہے ان منازل سے گزرنے کے بعد ہی تقربِ الٰہی کا حصول ہوتا ہے جو منشاء و مدعائے عشق ہوتا ہے، پھر خدا شہ رگ سے بھی قریب تر

http://www.apnaorg.com

محسوس ہونے لگتا ہے۔ یوں تو کائنات کا نظام ہی عشق و محبت کی کشش پر قائم کیا گیا ہے اور چل رہا ہے۔ رشتوں کی بقا اور دنیا یعنی نسلِ انسانی و حیوانی کو دوام بخشنے والی چیز محبت ہی تو ہے لیکن رضائے الٰہی اور عشقِ الٰہی مقصدِ تخلیقِ کائنات ہے اور باہوؒ اسی محبت و اسی عشق کے حصول کی تلقین فرماتے ہیں۔

گر اس منزل و مقصد کا حصول ایک کٹھن مرحلہ ہے جس میں دل کو ایندھن بنا کر جلانا پڑتا ہے اور اس آگ سے پیدا ہونے والی تپش اور دھوئیں کو اندر ہی اندر برداشت کرنا پڑتا ہے جو بڑا مشکل کام ہے جو ان مشکلات کو صبر و رضا سے سہہ جاتا ہے وہ اپنے رب کا قرب حاصل کر کے اس کا مقرب بندہ بن جاتا ہے۔ درمیانی تمام تر فاصلے سمٹ جاتے ہیں اور شہ رگ جو زندگی اور موت کا سنگم ہے بندہ خدا کو وہاں موجود پاتا ہے اور یہ سب کچھ پیشۂ عشق اختیار کیے بغیر ممکن نہیں۔

http://www.apnaorg.com

اندر کلمہ قُل قُل کردا

اندر کلمہ قُل! قُل! کردا، عشق سکھالے کلماں ہُو
چوداں طبقے کلمے اندر چھڈ کتاباں علماں ہُو
کانے کپ کپ قلم بناون لکھ نہ سکن قلماں ہُو
کلمہ مینوں پیر پڑھایا ذرا نہ رہیاں المان ہُو

ترجمہ: دل کے اندر کلمہ (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) قُل قُل کر رہا ہے یعنی دل ہر وقت کلمہ کا ورد کرتا رہتا ہے اور یہ سب عشق سکھاتا ہے اور اس کلمے کے اندر چودہ طبق موجود ہیں، لہٰذا مختلف علوم کی موٹی موٹی کتابیں پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مختلف علوم کے ماہر سرکنڈوں کی قلمیں بنا کر تھک جاتے ہیں، مگر وہ قلمیں معبودِ حقیقی کی تعریف رقم کرنے سے پھر بھی عاجز رہ جاتی ہیں اور پیر یعنی مرشد نے جب کلمہ مجھے پڑھایا تو ہر رنج اور غم جاتا رہا۔

کلمہ جس کی تاثیر یہی ہے کہ عشقِ خداوندی اور رسول پیدا کرتا ہے۔ دل کے اندر ہر وقت قُل کی تکرار جاری رکھنے کی تلقین کرتا

http://www.apnaorg.com

رہتا ہے اور کلمہ بار بار پڑھنے سے ذکرِ خدا اور ذکرِ رسولؐ جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر محبت پختہ ہوگی۔

پھر باہُوؒ مشورہ دیتے ہیں کہ دُنیاوی علم کی کتابیں پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا جو کچھ ڈھونڈنا ہے کلمے کے اندر ڈھونڈ، کیونکہ اس کے اندر تو چودہ طبق ملتے ہیں، ساتھ ہی ماہرینِ علم پر چوٹ کرتے ہُوئے فرماتے ہیں کہ اہلِ علم قلمیں تو بڑی خوبصورت تیار کرتے ہیں مگر ان سے اصل کام یعنی تبلیغ و اشاعت دینِ حق نہیں کر پاتے۔ جو تحریریں دین کا علم نہ دیں بلکہ دُنیاوی حرص و طمع، جاہ و مرتبہ کی طلب پر اُکسائیں ان کا کیا فائدہ ؟

آخری مصرعے میں فرماتے ہیں کہ کلمہ بھی انسان خود نہیں پڑھ سکتا کیونکہ بغیر مرشد کے اس کلمہ سے فیض یاب ہونا ممکن نہیں اور جب مرشد کلمہ پڑھا کر فیض یاب کرے تو پھر دُنیا جہاں دونوں جہانوں کے تمام غم اور پریشانیاں دُور ہو جاتی ہیں۔

http://www.apnaorg.com

اندر وچ نماز اساڈی

اندر وچ نماز اساڈی ہکسے جا نیتوسے ہُو
نال قیام رجوع سجودے کر تکرار پڑھیوسے ہُو
ایہہ دل ہجر فراقوں سڑدا، ایہہ دم مرے نہ جیوسے ہُو
سِدّھا راہ محمد والا جس وچ رب لبھیوسے ہُو

ترجمہ: ہمارا دِل ہر وقت نماز پڑھتا ہے اور ہر وقت نیت بندھی ہوتی ہے اور وہ قیام ہو رکوع یا سجود کی حالت میں ہو ذکرِ خدا کرتا رہتا ہے۔

میرا دِل جو ہجر کی آگ میں ہر وقت جلتا رہتا ہے نہ جیتا ہے نہ مرتا ہے۔ اصل اور صحیح راستہ وہی ہے جو حضرت محمد صلعم نے بتایا اور جس پر چل کر وصالِ خدا میسّر آتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ وصالِ خدا کے لیے گو ظاہری عبادت بھی اپنا ایک مقام رکھتی ہے لیکن باطنی عبادت ناگزیر ہے، دِل ہمہ وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنا ہی نماز ہے اور اسی کیفیت کا نام "عشق" ہے۔ عشق

الٰہی کا راستہ ہی وہ راستہ ہے جو درست ہے اور یہی حضرت محمد صلعم کا بتایا ہُوا راستہ ہے۔ یہی وہ راستہ جس پر چل کر خود حضور وصالِ ربّ کائنات کی دولت سے مالا مال ہُوئے۔

عشق کا راستہ بڑا کٹھن اور تکلیف دہ راستہ ہے۔ اس راستے میں قدم قدم پر مشکلات ہیں۔ آگ ہے، دُھواں ہے گھٹن ہے اور دل کو ایندھن بن کر جلنا پڑتا ہے۔ کانٹے ہیں، پتھر ہیں، آنسو ہیں، آہیں ہیں، بے چینیاں و بے قراریاں ہیں، ویرانے اور تنہائیاں ہیں، پل پل مرنا اور پل پل جینا ہوتا ہے۔ مگر اس کا اختتام بڑا خوشگوار اور خوبصورت ہوتا ہے، عاشق کو عارف و کاشف کا بلند مقام حاصل ہوتا ہے۔ اس کے اور ربّ کے تمام درمیانی پردے اُٹھ جاتے ہیں اور وصالِ خدا نصیب ہو جاتا ہے جو اس کی تخلیق اور زندگی کا اصل و اعلیٰ مقصد ہوتا ہے۔

⁂

http://www.apnaorg.com

اندر ہُو تے باہر ہُو

اندر ہُو تے باہر ہُو وت باہُو کتھ لبھیندا ہُو
ہُو دا داغ محبت والا ہر دم پیا سڑیندا ہُو
جتھے ہُو کرے رشنائی چھوڑ اندھیرا ویندا ہُو
دوئیں جہاناں غلام اس باہُو جو ہُو صحی کریندا ہُو

ترجمہ: اندر بھی ہُو اور باہر بھی ہُو ہے یعنی ہر جگہ ہُو یعنی خدا موجود ہے جب ہر جگہ ہُو کا مظاہرہ ہے ہر شے میں ہُو کی جلوہ فرمائیاں ہیں تو پھر باہُو کا وجود کہاں ملے گا۔ کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ کائنات کی ہر شے نورِ ازل ہی کا حصہ ہے حسنِ ازل ہی کا پرتو ہے اور ہر شے جزو ہے اور نورِ ازل کُل ہے۔

رُوحِ انسانی بھی اپنے کل (خدا) کا ایک جزو ہے جو اپنے کُل سے جدا ہو کر فرقت کی آتش میں جل رہی ہے اور اپنے کُل سے ملنے کے لیے بے تاب ہے۔

دنیا میں ہر جگہ اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور جب عشقِ خدا پہنچتا ہے

http://www.apnaorg.com

وہاں اندھیرے اجالوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یعنی دلوں کی تاریکیاں صرف عشق خدا و رسولؐ ہی کی مدد سے روشنی میں تبدیل ہو سکتی ہیں

سچے عاشقوں کی بڑی شان ہے ان کا مقام بہت بلند ہے۔

حضرت باہوؒ کا کہنا ہے کہ عاشق صادق جب اپنے اصل مقام یعنی معرفت الٰہی کا حصول کر لیتا ہے تو اس کے لب و لہجہ، انداز و اطوار اور اس کا چہرہ جلالتوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ اس کی ایک نظر دلوں کی کیفیات بدل کر رکھ دیتی ہے اس کا ایک بول کایا پلٹ دیتا ہے۔

اسرار کے تمام پردے اس کی نگاہوں سے اُٹھ جاتے ہیں اور وہ براہِ راست دیدارِ ربانی سے فیضیاب ہو جاتا ہے اور باہوؒ کے نزدیک یہی مقام ہے جہاں دونوں جہان اس کے مطیع ہو جاتے ہیں۔

اوہو نفس اساڈا بیلی

اوہو نفس اساڈا بیلی، اساڈے نال جو سدھا ہُو

جو کوئی اس دی کرے سواری نام اللہ اس لدھا ہُو

زاہد عابد آن نوائے جتھے ٹکڑا ڈِٹھن تھندا ہُو
راہ فقر دا مشکل باہو گھر ماں نہ سیرا رِدّھا ہُو

ترجمہ: وہی نفس کو مغلوب کر لیتا ہے۔ زاہد اور عابد جن کی عبادتیں ظاہری ہوتی ہیں وہ تو وہیں جا بیٹھتے ہیں جہاں انہیں کچھ کھانے پینے کو ملے لیکن فقر کا راستہ بہت مشکل ہوتا ہے جس کے گھر میں ماں نے بھی حلوہ نہیں پکایا ہوتا۔

حضرت باہوؒ فرماتے ہیں کہ نفس بڑا ظالم اور بے درد ہوتا ہے یہ راہِ حق سے بھٹکا کر دُنیاوی دَلدل میں اُلجھاتا ہے، لیکن اگر ہم اپنے نفس کو مغلوب کر لیں اور اسے اپنے قابو میں کر لیں تو پھر یہی ہمارا بہترین دوست بن جاتا ہے۔ اور راہِ حق میں پیش آنے والی تمام صعوبتوں کو ہمت و حوصلہ بلکہ معرفتِ الٰہی کے حصول میں بھی دوست بیلی بن کر ساتھ دیتا ہے۔

پھر فقیر کا موازنہ زاہد و عابد سے کرتے ہُوئے فرماتے ہیں کہ زاہد اور عابد بھی دونوں ہی اللہ جلّ شانہٗ کی عبادت ریاضت کرتے ہیں، لیکن وہ دونوں ظاہرداری یعنی ظاہری عبادت پر بہت توجہ دیتے

http://www.apnaorg.com

ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ دُنیاداری کا بھی بڑا خیال رکھتے ہیں' بیشک وہ عبادت گزار ہیں مگر دُنیا سے بے نیاز نہیں' دنیاوی حاجات کے محتاج رہتے ہیں' جبکہ اس کے برعکس ایک فقیر جو راہِ حق کا راہی ہے جو دُنیا سے بے نیاز ہے' قناعت و صبر و رضا اس کی اصل دولت ہے جو ظاہر عبادات کا اہتمام عابد و زاہد کی طرح نہیں کرتا مگر اس کا دل ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتا ہے اور حضرت باہوؒ اسی راستے درست سمجھتے ہوئے اسے اختیار کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگے

ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی ہُو
منگن ایمان' شرماون عشقوں دل نوں غیرت ہوئی ہُو
جس منزل نوں عشق پچاوے ایمان خبر نہ کوئی ہُو
عشق سلامت رکھیں باہو دیاں ایمان دھروئی ہُو

ترجمہ: دُنیا کا دستور ہے کہ یہاں ہر شخص ایمان کی سلامتی کی دُعائیں مانگتا ہے مگر عشق جو ایمان سے افضل تر چیز ہے اس کی سلامتی کا

http://www.apnaorg.com

کوئی کوئی متمنی ہوتا ہے۔ ایمان تو ہر کوئی مانگتا ہے مگر عشق مانگتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہیں۔

پھر عشق کی ایمان پر برتری اور فضیلت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عشق انسان کو جس منزل تک پہنچا سکتا ہے اور پہنچاتا ہے ایمان تو اس مقام سے ہی بے خبر اور ناواقف ہے۔ آخری مصرعے میں خود کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے باہوؒ تو اپنے عشق کو سلامت رکھنا اور اگر اس سلسلے میں ایمان کو ایک طرف بھی رکھنا پڑے تو جھجک محسوس نہ کرنا۔

سُلطان باہوؒ کے نزدیک ایمان اور عشق دونوں مل کر ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ ایمان خدا کی موجودگی اور طاقت د جبروت پر دلالت کرتا ہے جبکہ اس سے بھی آگے نکل کر تمام درمیانی حائل پردوں کو اٹھا کر وصل کی دولت سے مالا مال کرتا ہے جبھی تو ان کے خیال میں عشق کا مقام ایمان سے بلند تر اور افضل تر ہے۔

لہٰذا وہ ہر دم اپنے عشق کی سلامتی کی دُعا کرتے ہیں کیونکہ عشق

http://www.apnaorg.com

کی سلامتی میں ایمان کی سلامتی مضمر ہے جبکہ ایمان کی سلامتی عشق کی بقا کی ضمانت نہیں دیتی۔

ایہہ تن ربّ سچّے دا حجرہ

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ہُو
نہ کر منت خواج خضر دی تیں اندر آب حیاتی ہُو
شوق دا دیوا بال انھیرے تے لبھ وست کھڑاتی ہُو
مرن تھیں اگے مر رہے جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہُو

ترجمہ: خود سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے فقیر! تیرا دل اصل میں ایک حجرہ ہے جہاں اللہ پاک رہتا ہے تو کبھی اپنے اس حجرے میں جھانک کر دیکھ تو میرے اس بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔

آبِ حیات کے حصول کے لیے حضرت خواجہ خضر کی منت نہ کر کہ خود تیرے اندر آبِ حیات موجود ہے۔ دِل کے حجرے کی تاریکی کو دُور کرنے کے لیے اس کے اندر عشق کا چراغ جلا کیونکہ یہ تاریکی کسی اور روشنی سے دُور نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ حق کو پا لیتے ہیں وہ لذائذ دُنیا

http://www.apnaorg.com

سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ انسان یعنی بندے کو محبوبِ حقیقی کی جستجو کیلئے جنگل بیلوں میں بھٹکنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خدا ان مقامات پر نہیں ملتا بلکہ وہ تو اُس کے دل میں مقیم ہوتا ہے۔ صرف اپنے دِل میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔ دِل میں چونکہ نفسانی خواہشات کی تاریکیاں چھائی ہوتی ہیں اور ان تاریکیوں، اندھیروں کو کوئی شمع مشعل یا چراغ دُور نہیں کر سکتا بلکہ یہ وہ اندھیرے ہیں جن کو عشق صادق کا نُور ہی دُور کر سکتا ہے لہٰذا اللہ سے لَو لگانے کی ضرورت ہے۔

حیاتِ ابدی کے حصول کے لیے آبِ حیات کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لیے حضرت خضرؑ کا احسان مند ہونا پڑے گا۔ اس راز سے بھی پردہ اُٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تجھے عشقِ حقیقی نصیب ہو جائے تو تجھے آبِ حیات کے لیے منت کش نہیں ہونا پڑے گا۔

اس لیے کہ عاشقِ صادق کو تو حیاتِ جاوِداں عطا ہو جاتی ہے۔

آخر میں ایک اور راز سے پردہ اُٹھاتے ہیں کہ جو لوگ حق کو

http://www.apnaorg.com

پا لیتے ہیں اور شرابِ حق سے سرشار ہو جاتے ہیں پھر دُنیا اور اس کی لذتیں سب بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ وہ آنکھ اُٹھا کر بھی ان کی طرف نہیں دیکھتے۔ دُنیاوی جاہ وجلال اور شان وشوکت کو پاؤں کی ٹھوکر سے ہٹا دیتے ہیں۔

ایہہ تن ربّ سچّے دا حجرہ

ایہہ تن ربّ سچّے دا حجرہ کھڑیاں باغ بہاراں ہُو
وچے کوزے، وچے مصلّے، سجدے دیاں ہزاراں ہُو
وچے کعبہ، وچے قبلہ، اِلاّ اللہ پکاراں ہُو
کامل مرشد ملیا باہُوؒ آپے لیسی ساراں ہُو

ترجمہ: یہ جسم سچّے اور پاک ربّ کا گھر ہے جہاں وہ مقیم ہے اور دِل کے اندر جو پاک محبت اور عشق کی رنگا رنگی ہے وہ ایسے باغ کی مانند ہے جس میں موسمِ بہار کی طرح رنگارنگ پھُول کھِلے ہوئے ہیں۔

اگر اسے عبادت گاہ قرار دیا جائے تو اس کے اندر ہی وضو کیلئے برتن نماز کے لیے مصلّے بھی موجود ہے جس پر میں ہزاروں سجدے دیا کروں

http://www.apnaorg.com

اسی میں کعبہ ہے اور اسی میں قبلہ ہے اور میں اسی میں بیٹھ کر الّا اللہ کا وِرد کیا کروں۔ اے باہُوؒ تجھے خوش قسمتی سے مرشدِ کامل مِل گیا ہے لہٰذا اب کوئی غم نہیں وہ خود ہی تمام دُکھوں کا مداوا کرے گا۔ مختصر یہ کہ شاعر یعنی سلطان باہُوؒ فرماتے ہیں کہ جس دل میں اللہ تبارک تعالیٰ بسا ہوا ہے کسی لوٹے، مصلے یا تسبیح کی ضرورت نہیں رہتی اور نہ ہی کسی قبلے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اللہ ہی کے ہیں مشرق و مغرب اور اللہ تو ہر جگہ اور ہر سمت میں موجود ہے اور جب کسی کو مرشدِ کامل مِل جاتا ہے تو پھر تمام دُکھ درد خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

ایہ تن میرا چشماں ہووے

ایہ تن میرا چشماں ہووے، مرشد ویکھ نہ رجّاں ہُو
لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں، ہِک کھولاں ہِک کجّاں ہُو
اینہاں ڈِٹھیاں صبر نہ آوے، ہور کتے ول بھجّاں ہُو
مرشد دا دیدار ہے باہُو، لکھ کروڑاں حجّاں ہُو

ترجمہ: حضرت باہُوؒ اللہ تعالیٰ سے دُعاگو ہیں کہ اے میرے پروردگار

تو مجھے عشق کی اس منزل پر پہنچا دے جہاں میرا پورے کا پورا وجود آنکھیں بن جائیں اور میں ہر جگہ ہر شے اور ہر سمت اور ہر مقام پر تجھے (مرشد) دیکھتا رہوں اور مسام کی جڑ سے لاکھوں آنکھیں پیدا ہو جائیں تو ان کو باری باری کھولتا بند کرتا رہوں تو بھی دیدار کا تسلسل نہ ٹوٹ سکے گا کیونکہ ان دو آنکھوں سے دیکھ کر میرا دل سیر نہیں ہوتا اور میں بے قرار رہتا ہوں۔ مرشد کا دیدار میرے لیے مرشد کا دیدار لاکھوں کروڑوں حجوں کے برابر ہے اور میں یہ سعادت مستقل اور مسلسل حاصل کرتے رہنا چاہتا ہوں۔

ایہ دُنیا زن حیض پلیتی

ایہ دُنیا زن حیض پلیتی کیتی مل مل دھوندے ہُو
دُنیا کارن عالم فاضل گوشے بہ بہ روندے ہُو
دُنیا کارن لوک وچارے اک پل سکھ نہ سوندے ہُو
جنھاں چھڈی دُنیا باہُوؒ کدھی چڑھ کھلوندے ہُو

ترجمہ: سلطان باہُوؒ اس دُنیا کو عورت کی ناپاکی سے تشبیہ دیتے ہوئے

http://www.apnaorg.com

کہتے ہیں کہ لوگ دنیا وی ناپاکیوں اور آلائشوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں بعد میں کتنا ہی کیوں نہ پچھتائیں اس ناپاکی کے اثر کو زائل نہیں کر پاتے۔ یعنی پچھتاوا اس کا علاج نہیں بن پاتا۔ اور اس دُنیا کی آلائشوں سے بڑے بڑے عالم فاضل اپنے علم و فضل کے باوجود نہیں بچ پاتے اور پھر مُنہ چھپا کر رہ جاتے ہیں۔

یہ دُنیا ایسی جگہ ہے کہ اسے چھوڑ کر گزارا ہے نہ اس کے ساتھ چل کے۔ یہاں ہر شخص دُکھی اور بے چین رہتا ہے یہاں صرف وہی لوگ سکھی، خوش باش اور اطمینانِ قلب کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں جو بے نیازِ دنیا ہو کر مقامِ فقر پر جا گزیں ہوتے ہیں۔

ایہہ دُنیا زن حیض پلیتی

ایہہ دُنیا زن حیض پلیتی ہرگز پاک نہ تھیوے ہُو
جیں فقر گھر دُنیا ہووے لعنت اُس دے جیوے ہُو
حُب دُنیا دی رب تھیں موڑے ویلے فکر کچیوے ہُو
سہ طلاق دُنیا نوں دیئے جیکو سچ پُچھیوے ہُو

http://www.apnaorg.com

ترجمہ: یہ دنیا ایسی ناپاک جگہ ہے کہ اس کی ناپاکی کسی صورت بھی دُور نہیں ہو پاتی یعنی اس کی دلکشیوں، رونقوں اور حاجات سے فقر یعنی قناعت اور درویشی اختیار کیے بغیر ممکن ہی نہیں۔

اور اگر کوئی فقیر خود کو فقیر بھی کہلائے اور دُنیا داری میں بھی مبتلا ہو تو اس کی زندگی قابلِ مذمت اور لعنت ہے، کیونکہ دُنیا کی محبت فقیر کو اللہ سے دُور کر دیتی ہے، لہٰذا ان کا کہنا ہے کہ ایسی دُنیا کو تین مرتبہ طلاق دینا ہی بہتر ہے (تین طلاقوں کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں رہتی) باہُو کا مطلب ہے کہ جو چیز انسان کو رب سے دُور کرے اس سے کنارا کشی ہی بہتر ہے۔

باجھ حضوری نئیں منظوری

باجھ حضوری نئیں منظوری پیٖئے پڑھن بانگ صلاتاں ہُو
روزے نفل نماز گزارن جاگن ساریاں راتاں ہُو
باجھوں قلب حضور نہ ہووے پیٖئے کڈھن سے زکاتاں ہُو
باجھ فنا رب حاصل ناہیں نہ تاثیر جماتاں ہُو

ترجمہ: سلطان صاحب نے مختصر سے انداز میں اتنی مفصل بات کہہ دی ہے کہ شاید اس سے مختصر اور بہتر الفاظ اور انداز اور کوئی نہ ہو۔

آپ فرماتے ہیں۔ نمازیں روزے، زکوٰۃ اور شب بیداری سب کچھ اس وقت تک لاحاصل اور بے کار ہیں جب تک دل خشوع و خضوع سے خالی ہے۔ ان سب اعمال کا ثمر صرف حضوری کی صورت میں ہی مل سکتا ہے اور اپنی ذات کو ذات واحد میں فنا کیے بغیر لقا ممکن نہیں۔ یعنی مال کو پاک کر لینے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک دل پاک نہ ہو اور خود کو اللہ کے حضور حاضر کیے اور جانے بغیر تنہا یا باجماعت نماز کا کوئی فائدہ نہیں۔

جب تک دل اور رُوح یکجا ہو کر حاضر نہیں ہوتے۔ ہر قسم کی عبادت اور ریاضت بے معنی ہے۔

باہُو باغ بہاراں کھڑیاں

باہو باغ بہاراں کھڑیاں نرگس ناز شرم دا ہُو
دِل وچ صحی کیتو سے پاکوں پاک پرم دا ہُو

http://www.apnaorg.com

طالب طلب تمامی حُبّ حضور حرم دا ہُو
گیا حجاب تھیوسے حاجی بخشش راہ کرم دا ہُو

ترجمہ: خود سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے باہُوؒ جس طرح باغ میں موسم بہار میں کھلنے والے پھولوں میں نرگس کا پھول اپنی شرم و حیا کی وجہ سے منفرد ہوتا ہے اور نہایت پاکیزہ نظر آتا ہے اسی طرح جو شخص اپنے دِل میں کعبہ کو صحیح کرلیتا ہے وہ ایسے پاک ہوجاتا ہے جیسے پیدائش کے وقت بچہ پاک ہوتا ہے۔

حضورؐ سے محبت کرنے والے عاشق کی یہ خواہش ہوتی کہ وہ تمام عمر حرم کا طواف کرتا رہے اور کبھی نہ تھکے۔ جب دل میں کعبہ کا تصور و تقدس صحیح ہوجائے اور دِل سے دُنیاوی پردہ اُٹھ جائے تو حضوری حاصل ہوتی ہے۔ قلب طواف کرنے والا حاجی کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر اپنے جود و کرم کے دروازے کھول دیتا ہے اور تمام محرومیاں ختم کردیتا ہے۔

http://www.apnaorg.com

بنھ چلایا طرف زمین دے

بنھ چلایا طرف زمین دے عرشوں فرش ٹکایا ھُو
گھر تھیں ملیا دیس نکالا، لکھیا جھولی پایا ھُو
رَوہ نی دُنیا، نہ کر جھیڑا اساڈا دِل گھبرایا ھُو
اسیں پردیسی وطن دُورا ڈا، دم دم الم سوایا ھُو

ترجمہ: اس بیت میں حضرت آدمؑ کے عرش سے نکالے جانے اور زمین پر رہائش کرنے کے متعلق اشارہ ہے، فرماتے ہیں کہ تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہتا ہے اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ مشیت ایزدی یہی تھی کہ عرش کے باسی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا جو عرشی جنت میں مقیم تھے انہیں زمین پر آباد کر دیا گیا۔

پھر دُنیا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے دُنیا تو آباد رہ، خوش رہ لیکن ہمارا پیچھا چھوڑ۔ ہمیں پریشان نہ کر ہمارا دِل گھبرا گیا ہے، ہم تجھ سے تنگ آ چکے ہیں۔ ہم پردیسیوں کو پریشان نہ کر ہم تو اپنے اصل وطن کی طرف واپس جانے کی فکر میں ہیں۔

http://www.apnaorg.com

بے ادباں نہ سار ادب دی

بے ادباں نہ سار ادب دی گئے ادب تھیں وانجے ہُو
جیہڑے ہون مٹی دے بھانڈے کدیں نہ تھیون کانجے ہُو
جیہڑے مڈھ قدیم تے کھیڑے کدیں نہ ہوندے رانجے ہُو
جیں حضور نہ منگیا باہُو دوہیں جہانیں وانجے ہُو

ترجمہ: بے ادب لوگ ادب تمیز سے بے بہرہ اور ناواقف ہوتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو علم و ادب کی دولت اور نعمت سے محروم کر دیتا ہے۔ اس کی مثال اس مٹی کے برتن کی سی ہے جس کو خواہ کتنا ہی پکایا جائے یا اس پر رنگ و روغن اور بیل بوٹے بنا دیئے جائیں تب بھی وہ مٹی ہی کا رہتا ہے کانچ نہیں بن پاتا۔ تیسرے مصرعے میں کھیڑوں کی صفات کا رانجھے کی صفات سے موازنہ کیا ہے اور رانجھے کو عشق کی دولت سے مالا مال ہونے والے وجہ سے کھیڑوں سے افضل قرار دیا ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ جس دل نے حضوری طلب نہ کی اور جو خشوع و خضوع سے خالی رہا وہ دونوں جہانوں میں محروم رہا۔ اس کی دنیا نہ عقبہ۔

http://www.apnaorg.com

بے بزرگی دیہن مرڑھائیے

بے بزرگی دیہن مرڑھائیے کریئے رج منہ کالا ہُو
"لا اِلٰہ" گل گہنا مرڑھیا مذہب کیہ لگدا سالا ہُو
اِلا اللہ گھر میرے آیا جیں آن اٹھایا پالا ہُو
اساں پیالا خضروں پیتا آبِ حیاتی والا ہُو

بزرگی کو دریا میں بہا کر خوب رسوائیاں اور بدنامیاں کماؤ یعنی ملامتی لوگوں کی سی زندگی اختیار کر لو اور مذہب کی پرواہ کرنے کی بجائے "لا اِلٰہ" یعنی کوئی معبود نہیں کو اپنے گلے کا زیور بنا لو تو پھر اِلا اللہ گھر میں مہمان ہوتا ہے یعنی پھر یہ یقین ایمان کی منزل تک پہنچتا ہے کہ "مگر صرف اللہ" یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کا تصور جب یقین کامل میں ڈھلتا ہے تو ہر خوف سے دل بے باک ہو جاتا ہے۔ اور انسان گویا آبِ حیات پی لیتا ہے یعنی لافانی ہو جاتا ہے۔ زندگی موت اس کے لیے یکساں ہو جاتی ہے' کیونکہ وہ اللہ کی ذات میں گم ہو کر ابدیت کا حامل ہو جاتا ہے۔

http://www.apnaorg.com

بے بسم اللہ اسم اللہ دا

بے بسم اللہ اسم اللہ دا ایہہ وی گہنا بھارا ہُو
نال شفاعت سرورِ عالم چھٹسی عالم سارا ہُو
حدوں وَدھ درود نبیؐ نوں جیندا ایڈ پسارا ہُو
مَیں قربان تنہاں تھیں باہُو جنہیں ملیا نبی سوہارا ہُو

ترجمہ: بسم اللہ۔ اللہ کا ایسا نام ہے جو نہایت قدر و قیمت کا حامل ہے اور ایک قیمتی زیور کی مانند ہے۔ ساری دُنیا جو گناہوں کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے اور جس کی بخشش اور مغفرت کا وسیلہ سرورِ عالم محمد صلعم کے سوا کوئی نہیں اور جب وہ سفارش کریں گے تو اللہ تعالیٰ سب کو معاف کر دے گا، لہٰذا نبی صلعم پر بے حد و حساب درُود اور سلام بھیجو جو وجہ وجود کائنات ہیں اور کائنات کی تمام تر رونق اور رنگا رنگی جن کے دم سے ہے۔ باہو میں ان ہستیوں کے صدقے جاؤں جنہیں ایسا پیارا بلند مرتبہ اور بابرکت نبی ملا۔

http://www.apnaorg.com

بے بغداد دی کیا نشانی

بے بغداد دی کیا نشانی اُچیاں لمیاں چیڑاں ہُو
تن من میرا پُرزے پُرزے جیوں درزی دیاں لیراں ہُو
لیراں دی گل کفنی پا ساں رلساں سنگ فقیراں ہُو
شہر بغداد دے ٹکڑے منگساں کرساں میراں میراں ہُو

ترجمہ: اگر کوئی مجھ سے بغداد کی نشانی پوچھے تو میں بتاؤں کہ وہ چیڑ کے اُونچے لمبے درختوں والا شہر ہے اور اس شہر میں بسنے والے محبوب کی محبت میں میرا پُورا وجود زخمی ہو چکا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنے محبوب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی محبت میں اپنا لباس تار تار کر کے فقیروں کا روپ دھار کے فقیروں کے ساتھ شہر بغداد میں بھیک مانگوں کیونکہ اس شہر کی بھیک بھی میری دولت ہے اور گلی گلی اپنے محبوب کو میراں میراں کہہ کر پکارتا پھروں۔ اس کی محبت میں دربدر ہو جاؤں۔

http://www.apnaorg.com

بے بہتی میں او گنہاری

بے بہتی میں اوگنہاری لاج پئی گل اُس دے ہُو

پڑھ پڑھ علم کرن تکبر شیطان جیہے اُتھ مسدے ہُو

لکھاں لوں بچو دوزخ والا ہک بہشتوں رُسدے ہُو

عاشق دے گل چھری ہمیشہ یار دے اگے کُسدے ہُو

ترجمہ: اس بیت میں باہُوؒ اپنے لیے مؤنث کا صیغہ استعمال کرتے ہُوئے فرماتے ہیں کہ میں وہ گنہگار ہوں جس کی شرم اللہ محبوب کے ہاتھ میں ہے مجھے اپنی کم مائگی کا احساس ہے اور میں بیحد شرمندہ ہوں۔ میں ان عالموں کی طرح نہیں ہوں جو بہت سا علم حاصل کرکے عزازیل کی طرح متکبر ہو جاتے ہیں اور راندۂ درگاہ ہو جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ تو دوزخ کے خوف سے نیک کام کرتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی راہ میں بہشت یعنی دُنیاوی آسائشوں سے بھی مُنہ موڑ لیتے ہیں اور ہر قسم کی تنگی اور تکلیف برداشت کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے عاشق کا مقام حاصل کرتے ہیں جو محبوب کیلئے جان کا نذرانہ پیش کرنے میں اپنے لیے سعادت خیال کرتے ہیں۔ یہی

http://www.apnaorg.com

زندگی کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ میری زندگی کا مقصد بھی یہی ہے کیونکہ عشق کی معراج ہی محبوب کے لیے اس کی رضا کے لیے قربان ہو جانا۔

بے تے پڑھ کے فاضل ہوئے

بے تے پڑھ کے فاضل ہوئے الف نہ پڑھیا کسے ہو
جیں پڑھیا تیں شوہ لدھا جاں پڑھیا کجھ تھیسے ہو
چودہ طبق کرن رُشنائی انھیاں کجھ نہ دِستے ہو
باجھ وصال اللہ دے باہو سبھ کہانی قصے ہو

ترجمہ: دُنیاوی اور مادی علوم کا حصول تو سبھی لوگ کرتے ہیں لیکن معرفتِ الٰہی اور معرفتِ ذات کا علم بہت کم لوگ حاصل کرتے جو بے حد ضروری بلکہ لازمی ہے اور عرفانِ الٰہی کا حصول کرتے ہیں پھر وہ اس میں ایسے ڈوبتے ہیں کہ کبھی اُبھر نہیں پاتے۔

جب کسی کو معرفت کا علم حاصل ہو جاتا ہے تو پھر کائنات کے اسرار اس پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے اور جو لوگ اس علم سے محروم ہیں ان کی مثال اس اندھے کی سی ہے جس کے سامنے ہر شے موجود ہو اور تمام نشانیوں کے ہوتے ہوئے اسے کچھ دکھائی نہ دے۔

http://www.apnaorg.com

کائنات کی تخلیق کا مقصد ہی معرفتِ الٰہی اور وصالِ خدا ہے اور اگر انسان اس مقصد کو پانے میں ناکام رہتا ہے تو پھر یہ کائنات اور اس میں موجود تمام جاندار اور بے جان اشیاء ایک قصہ کہانی سے زیادہ اہمیت کی حامل نہیں، کیونکہ اس ذاتِ واحد کے سوا ہر شئے فانی ہے مٹ جانے اور بھلا دینے والی ہے، لہٰذا انسان کی تخلیق کا اعلیٰ و ارفع مقصد صرف اور صرف وصالِ خدا کے لیے کوشاں اور سرگرداں رہنا اور انجامِ کار اس کا حصول ہے۔

پاٹا دامن ہویا پُرانا

پاٹا دامن ہویا پُرانا کچرک سیوے درزی ھُو
حال دا محرم کوئی نہ ملیا جو ملیا سو غرضی ھُو
باجھ مربّی کسے نہ لدّھی گُجھی رمز اندر دی ھُو
اوسے راہ وَل جائیے باھُوؔ جس تھیں خلقت ڈردی ھُو

ترجمہ: باھُوؒ نے بہت خوبصورت بات بڑے ہی پیارے اور انُوٹھے انداز میں کہی ہے کہ دامن جب پُرانا بھی ہو اور پھٹا ہُوا بھی تو درزی

اسے کب تک سی کر مرمت کرتا رہے گا یعنی دامنِ دل جو عشق کے قدیم مرض سے تار تار ہو جائے تو اس کا علاج عام لوگوں کی عام باتوں سے نہیں ہوتا، مگر دُکھ کی بات تو یہ ہے کہ یہاں کوئی دل کا قدردان نہیں ملتا بلکہ سب لوگ اپنے مطلب اور غرض کے لیے ملتے ہیں تیسرے مصرعے میں کہتے ہیں کہ دُنیاوی اسرار و رموز کو جاننے کے لیے مُرشدِ کامل کا دامن پکڑنا بے حد ضروری ہے اس کے بغیر مقصد کا حصول ممکن نہیں، لہٰذا اے باہُوؒ ہمیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اُس راستے کو اختیار کرنا ہوگا جس پر چلتے ہُوئے عام لوگ گھبراتے اور کتراتے ہیں، کیونکہ یہ راستہ بڑا کٹھن اور دُشوار گزار ہے اور اس کو اختیار کرنا عام آدمی کے بس کا روگ نہیں اور یہ راستہ عشق کا راستہ ہے۔

پاک پلیت نہ ہوندے

پاک پلیت نہ ہوندے توڑے رہندے وچ پلیتی ہُو
وحدت دے دریا اچھلے ہک دل صحی نہ کیتی ہُو

ہک بت خانے واصل ہوئے ہک پڑھ پڑھ رہے مسیتی ہو
فاضل چھوڑ فضیلت بیٹھے عشق نماز جنانیتی ہو

ترجمہ: اگرچہ سبھی انسان ایک ہی مادے اور مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں مگر فطرت سب کی جدا ہے، لہٰذا جو لوگ نیک فطرت پر پیدا کئے گئے ہیں وہ بدوؤں کی صحبت میں رہنے کے باوجود برائی کو اختیار نہیں کرتے۔ تمام انسان ایک ہی خدا کے پیدا کردہ ہیں لیکن دل سب کے ایک جیسے نہیں۔ خیالات مختلف ہیں۔ کوئی بت خانے کا ہو گیا اور کوئی مسجد میں جا بیٹھا، یعنی کسی نے شرک کا راستہ اختیار کر لیا اور کوئی خدا کے راستے پر گامزن ہوا۔

دُنیا میں بڑے بڑے پڑھے لکھے عالم فاضل لوگ ہوئے جنہیں اپنی علمیت اور فضیلت پر ناز مگر جب انہوں نے عشق (خدا اور رسولؐ) کا راستہ اختیار کیا تو اپنی تمام تر علمیت اور فضیلت کے باوجود خود کو کمترین پایا۔

پڑھ پڑھ حافظ کرن تکبّر

پڑھ پڑھ حافظ کرن تکبّر مُلّاں کرن وڈائی ہُو
گلیاں دے وچ پھرن نمانے بغل کتاباں چائی ہُو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا پڑھن کلام سوائی ہُو
دوہیں جہانیں مُٹھے جنہاں کھادی ویچ کمائی ہُو

ترجمہ: ملّاؤں اور حفّاظ پر شدید نکتہ چینی کرتے ہُوئے باہُوؒ فرماتے ہیں کہ حفظِ قرآن ایک بہت بڑی سعادت ہے جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی لیکن جن لوگوں کو یہ دولت میسّر آتی ہے ان کے لیے مقام عجز و انکسار ہے لیکن وہ لوگ اُلٹا تکبّر کرتے ہیں جو نہ خدا کو پسند ہے اور نہ بندوں کو۔ یہی حال مُلّاؤں کا ہے وہ ہر وقت اپنی بڑھائی آپ بیان کرتے رہتے ہیں اور یہ لوگ جو اصل میں بے چارے ہوتے ہیں کتابیں بغل میں دباتے گلی گلی پھر کر اپنے آپ کو منوانے کے مواقع تلاش کرتے رہتے ہیں جہاں کہیں کھانے پینے کا سامان نظر آتا ہے وہاں خوب مسئلے مسائل بیان کرتے ہیں۔ یہ لالچی اور

http://www.apnaorg.com

علم سے بے بہرہ لوگ اپنے علم کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے نہ دین ہے نہ دُنیا کیونکہ یہ اللہ کا نام بیچ کر کھاتے ہیں۔

پڑھ پڑھ علم رجھاون لوکیں

پڑھ پڑھ علم رجھاون لوکیں کیا ہویا اس پڑھیاں ہُو
ہرگز مکھن مُول نہ آوے پھٹے دُودھ دے کڑھیاں ہُو
آکھ چندورا ہتھ کیہہ آیا ایس انگوری بھڑیاں ہُو
ہک دل خستہ راضی رکھیں لیّیں عبادت وریاں ہُو

ترجمہ: جو لوگ اپنے علم سے لوگوں کی خدمت کرنے کی بجائے ان پر رعب ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے علم کا کوئی فائدہ نہیں جس علم سے دُنیا کو فیض نہ پہنچے وہ اس پھٹے دُودھ کی مانند ہے جس کو کڑھانے کیلئے باوجود اس سے مکھن حاصل نہ کیا جا سکے۔ پھر وہ اس کی مثال چندور پرندے سے دیتے ہیں جو پودوں کی نرم و ملائم کونپلیں کھا جاتا ہے جن سے نہ اس کا پیٹ بھرتا ہے اور پودے ہی پھل پھول

http://www.apnaorg.com

سکتے ہیں۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ برسوں کی عبادت کے برابر ایک چھوٹا سا نیک عمل ہے اگر تو کر لے تو اتنا ہی ثواب ملے جتنا کہ کئی سالہ عبادت وریاضت سے ملتا ہے یعنی اے باہوؒ اگر تو ایک دُکھی دل کو خوش کر سکے تو یہ کئی سالہ عبادت کے برابر ہو گا۔

مطلب یہ کہ دُکھی دلوں کو خوش رکھنا عبادت وریاضت سے افضل تر ہے۔

پڑھ پڑھ علم مشائخ سداون

پڑھ پڑھ علم مشائخ سداون کرن عبادت دوہری ہُو
اندر جھگی پئی لٹیوے تن من خبر نہ موری ہُو
مولا والی سدا سکھالی، دل توں لاہ تکوری ہُو
رب تنہاں نوں حاصل جنہاں جگ نہ کیتی چوری ہُو

ترجمہ: جو لوگ مشائخ کہلانے کے لیے دُنیاوی علم کے ساتھ دینی علم کا حصول کرتے ہیں ان کا مقصد عرفانِ الٰہی اور خدمت خلق نہیں ہوتا یوں ان کا باطن روحانیت سے خالی اور اللہ جل شانہٗ سے

http://www.apnaorg.com

دُور ہوتا چلا جاتا ہے جس کا ان کو علم نہیں ہوتا اور وہ بے خبری میں گویا اپنی جھگی خود لٹاتے رہتے ہیں۔

تیسرے مصرعے میں باہُوؒ ہمیں مشورہ دیتے ہیں کہ دل سے ظاہرداری کا میل اتار کر اللہ سے لَو لگا کر دیکھو دل کو کتنا سکون ملتا ہے اور اللہ کی معرفت اور قُرب انہیں لوگوں کو میسر آتا ہے جن کا ہر عمل رضائے الٰہی کے لیے ہوتا۔ دُنیا داری کے لیے ظاہری شہرت کیلئے نہیں ہوتا۔

پڑھ پڑھ علم ہزار کتاباں

پڑھ پڑھ علم ہزار کتاباں عالم ہوئے بھارے ہُو
حرف اِک عشق دا پڑھ نہ جانن بھُلّے پھرن وچارے ہُو
اِک نگاہ جے عاشق ویکھے لکھ ہزاراں تارے ہُو
لکھ ہزار جے عالم ویکھے کِسے نہ کدھی چاڑھے ہُو
جنہاں عشق خرید نہ کیتا دوہیں جہانیں مارے ہو

ترجمہ: دُنیاوی علوم حاصل کرنے والے علما پر طنز ہے کہ دُنیاوی

http://www.apnaorg.com

علوم حاصل کرنے والے ہزاروں کتابیں پڑھنے کے باوجود علم کے اس مفہوم کو نہیں پہنچ پاتے یعنی عشق کے معنی سے آگاہ نہیں ہو پاتے بلکہ کتابوں کا بوجھ خود پر لادے چلے جاتے ہیں۔ باہُوؒ کے نزدیک یہ لوگ اصل راستے سے بھٹکے ہُوئے لوگ ہیں۔ پھر عاشق اور عالم کا موازنہ کرتے ہُوئے فرماتے ہیں کہ عالم کبھی کسی کا بیڑا پار نہیں کر سکتا جبکہ عاشقِ خدا و عاشقِ رسولؐ کی ایک نظرِ استقامت ہی سائل کو دین و دُنیا کے مصائب سے نجات دلا دیتی ہے۔

آخری دو مصرعوں میں عشق اور عقل کا موازنہ کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ عشق اور عقل کے درمیان سینکڑوں میلوں کا فاصلہ ہے۔ عشق ایک جست میں تمام فاصلے طے کر لیتا ہے، جبکہ عقل لبِ بام حیرت زدہ کھڑی رہتی ہے۔ عقل ایک حدِ خاص سے آگے نہیں پہنچ پاتی، جبکہ عشق کا پیشہ اختیار کرنے والے دونوں جہانوں کے مالک بن جاتے ہیں۔

http://www.apnaorg.com

پڑھیا علم تے ودھی مغروری

پڑھیا علم ودھی مغروری عقل بھی گیا تلوہاں ھُو
بُھلا راہ ہدایت والا، نفع نہ کیتا دوھاں ھُو
سر دتیاں جے سِر ہتھ آوے سودا ہار نہ توہاں ھُو
وڑیں بزار محبت دا لے رہبر کے سوھاں ھُو

ترجمہ: دُنیادی علوم انسان میں تکبّر پیدا کرتے ہیں اور عقل بھی اسی جذبے کو پرورش کرتی ہے۔ ایسا انسان جو ظاہری علم اور عقل کے بل بوتے پر خود کو بڑا سمجھنے والا گویا راہِ ہدایت سے بھٹک جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں نفع بخش نہیں اس لیے کہ غرور ناپسندیدہ جذبہ ہے۔ اگر سَر کے بدلے میں اسرار کی پردہ دری ہو تو اور کیا چاہیئے یعنی اگر راہِ حق میں جان کی قربانی دینے سے معرفتِ حق حاصل ہو جائے تو یہ سودا مہنگا نہیں ہوگا۔ پھر ہدایت کرتے ہیں محبت کے بازار میں داخل ہونے سے پہلے کسی مرشدِ کامل کا دامن تھام لینا اور اس سے بازارِ عشق کے بارے میں کچھ معلومات بھی حاصل کر لینا چاہیئے۔

http://www.apnaorg.com

پنجے محل پنجاں وچ چانن

پنجے محل، پنجاں وچ چانن دیوا کت وَل دھریئے ہُو
پنجے مہر، پنجے پٹواری، حاصل کت وَل بھریئے ہُو
پنج امام تے پنجے قبلے، سجدہ کت ول کریئے ہُو
جے صاحب سر منگے باہُو ہرگز ڈھل نہ کریئے ہُو

ترجمہ: پنج محل سے مراد پانچوں حواس خمسہ ہیں جن کو اللہ نے روشن کر رکھا ہے۔ حواس کا کام کرنا ان کے روشن ہونے کی دلیل ہے پھر دیوا یعنی چراغ کس میں روشن کیا جائے یعنی جنہیں خدا نے روشن کر رکھا ہے انہیں انسان کیا روشن کرے گا۔

پانچوں خود ہی مہر ہیں خود ہی پٹواری ہیں پھر محصول کون کس کو ادا کرے۔ پانچوں امام ہیں اور پانچوں ہی قبلے پھر سجدہ کون کس کو کرے کیونکہ مہر اور پٹواری، امام اور قبلے کا جُدا جُدا ہونا ضروری ہے۔

آخر میں مصرعے میں فرماتے ہیں کہ محبوب کی خوشنودی کیلئے اگر عاشق کو جان کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑے تو ہچکچانا نہیں چاہیے بلکہ خوشی خوشی محبوب کی خواہش کا احترام کرنا ہی عاشق کی شان ہے۔

http://www.apnaorg.com

پیر ملے تے پیڑ نہ جاوے

پیر ملے تے پیڑ نہ جاوے ناں اس پیر کیہ دھرنا ہُو
مرشد ملیاں رُشد نہ من توں اوہ مرشد کیہ کرنا ہُو
جس ہادی تھیں نہیں ہدایت اوہ ہادی کیہ پھڑنا ہُو
سر دتیاں حق حاصل ہووے موتوں مول نہ ڈرنا ہُو

ترجمہ: جعلی اور خود ساختہ پیروں فقیروں کی مذمت کرتے ہُوئے فرماتے ہیں کہ پیر کی نشانی یہ ہے کہ اس کی موجودگی میں تکلیف دُور ہونی چاہیئے اور اگر ایسا نہیں تو پھر اس پیر کی کیا ضرورت ہے جس مرشد کی صحبت سے دل کو روشنی اور روح کو سکون میسّر نہ آئے اس کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ جو ہادی ہدایت کی راہ نہ دکھا سکے وہ ہادی کہلانے کا مستحق نہیں۔ مختصر یہ کہ اگر کسی پیر سے تکلیف دُور ہو اور مُرشد کی صحبت دل کو سکون اور اطمینان کی دولت عطا کرے اور ہادی ہدایت یعنی راہِ مستقیم پر چلائے تو پھر تو بات بنتی ہے ورنہ وہ جعلی اور خود ساختہ لوگ ہیں جو معصوم اور بھولے بھالے

http://www.apnaorg.com

لوگوں کے عقائد اور جذبات سے کھیلتے ہیں ان سے گریز کرنا چاہیئے آخر میں مشورہ دیتے ہیں کہ حق کو پانے کے لیے اگر راہِ حق میں موت کا سامنا بھی کرنا پڑے تو پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے کیونکہ یہ ایک اعلیٰ وارفع مقام ہے جو ہر کسی وناکس کو حاصل نہیں ہوتا۔

تدوں فقیر شتابی بندا

تدوں فقیر شتابی بندا جد جان عشق وچ ہارے ہُو
عاشق شیشہ، نفس مربی جاں جاناں توں وارے ہُو
خود نفسی چھڈ ہستی جھیڑے لاہ سردوں سجھ بھارے ہُو
مویاں باجھ نہ حاصل تھیندا جے ہے سانگ اتارے ہُو

ترجمہ: جب کوئی شخص اپنی جان عشق کی راہ میں قربان کرتا ہے تو وہ فقیر کہلاتا ہے، کیونکہ عشق کا راہی دُنیا داری سے الگ ہو کر بے نیاز دُنیا ہو جاتا ہے یہی فقیری اور درویشی ہے۔ عاشق کا وجود شیشے کی طرح شفاف ہو جاتا ہے، کیونکہ تمام تر آلودگی تو دُنیا داری کی ہوتی ہے دُنیا کو چھوڑ کر نفس مرشد کا کردار ادا کرتا ہے اور ایسے میں عاشق

http://www.apnaorg.com

کے لیے محبوب پر جان قربان کرنا مشکل مرحلہ نہیں رہتا۔

پھر خود سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے باہُوؒ تو نفس اور نفس کے پیدا کردہ دُنیا داری کے جھگڑوں اور جھمیلوں کو چھوڑ کر یہ سارے بوجھ اپنے سر سے اتار کر ہلکا پھُلکا ہو جا، کیونکہ جب انسان اپنے نفس سے اور دُنیا داری سے چھٹکارا پا لیتا ہے تو گویا وہ آزاد ہو جاتا ہے، ہر شئے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ تو بھی دُنیاوی آسائشوں سے مُنہ موڑ لے کیونکہ ظاہر موت کے بغیر اصل اور حیاتِ ابدی کا حصول ممکن نہیں۔

ترک دُنیا دی تائیں ہوسی

ترک دنیا دی تائیں ہوسی جد فقر ملیسی خاصا ہُو
تارکِ دُنیا تائیں ہوسی جد ہتھ پھڑیسی کاسا ہُو
دریا وحدت نوش کیتو سے اجاں بھی جی پیاسا ہُو
راہ فقر رَت ہنجوں روؤن لوکاں بھانے ہاسا ہُو

ترجمہ: جب تک فقر یعنی دُنیا سے بے نیازی اختیار نہ کی جائے

http://www.apnaorg.com

دُنیا نہیں چُھٹتی ۔ یعنی دُنیا چھوڑنے کے لیے فقیری کا راستہ اختیار کرنا ضروری ہے ۔ تارکِ دُنیا صرف فقیر ہی ہو سکتا ہے کوئی دُنیادار نہیں ہو سکتا ۔ یہ صرف فقیر ہے جسے دُنیاوی آسائشوں اور جاہ و منصب سے غرض نہیں ہوتی ۔ دریائے وحدت میں ایسی لذت ہے کہ سارا بھی پی لیا جائے تو بھی دل کی پیاس نہیں بُجھتی ۔ عشقِ الٰہی میں ایسی کشش ہے کہ اس منزل کی طرف بڑھتے قدم نہیں تھکتے ۔ یہ وہ راستہ ہے جس میں آزمائشیں ہیں ۔ پریشانیاں ہیں، آنسو ہیں اور آہیں ہیں اور لوگ فقیر یا عاشق کی اس کیفیت سے لطف اندوز ہوتے ہیں، اس لیے کہ وہ اس کیفیت سے بے خبر ہوتے ہیں ۔

تسبیح پھری تے دِل نہ پھریا

تسبیح پھری تے دل نہ پھریا کیہ لینا تسبیح پھڑ کے ہُو
علم پڑھیا تے ادب نہ سکھیا کیہ لینا علم نوں پڑھ کے ہُو
چلّے کٹیا، کجھ نہ کھٹیا کیہ لینا چلیاں وڑ کے ہُو
جاگ بنا دُودھ جمدے ناہیں بھویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ہُو

http://www.apnaorg.com

ترجمہ: عبادت جب تک ظاہری ہوگی اس کا اثر باطن پر نہ ہوگا۔ عبادت عبادت تو وہ ہے جو کردار اور عمل میں تبدیلی لائے۔ ایسی تسبیح پھیرنے کا کیا فائدہ جس سے دِل متاثر نہ ہو اور ایسے عِلم کا کیا فائدہ جو ادب نہ سکھائے کیونکہ عِلم کا لازمی نتیجہ ادب و تمیز کا پیدا ہونا ہے ورنہ علم حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ایسے چلّے کاٹنے کی کیا ضرورت ہے اگر اس ریاضت کے بعد مقصد حاصل نہ ہو۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے دُودھ کو کڑھا کر کے خواہ سُرخ کر لیا جائے مگر اس سے دہی تیار کرنے کے لیے جاگ لگانا ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ عبادت کے لیے خشوع و خضوع اور حضوری کا ہونا لازم ہے۔

تسبیح داتوں کیہی ہویوں

تسبیح داتوں کیہی ہویوں ماریں دم وتّیاں ہُو
دِل دا منکا ہک نہ پھیریں گل پائیں پنج دیہاں ہُو

دین مگیاں گل گھوٹو آوے لین مگیاں جھٹ تیشہناں ہُو
پتھر چیت جنہاں دا او تھے ضائع وسنا میہناں ہُو

ترجمہ: ظاہر عبادت گزاروں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ تم لوگ تسبیح پھیرنے کے اتنے عادی ہو چکے ہو کہ دُنیاوی کاموں کو بھی انجام دیتے رہتے ہو اور تسبیح بھی پھیرتے رہتے ہیں۔ گلے میں تو سو دانوں کی تسبیح ڈال رکھی ہے مگر دل کا ایک منکا حرکت نہیں کرتا یعنی عبادت کا اثر خیالات اور عمل پر تو نظر نہیں آتا۔

ایسے ظاہر داروں کی حالت یہ ہے کہ اگر انہیں کسی کو کچھ دینا پڑے تو دَم گھٹتا ہے یعنی بہت تکلیف محسوس کرتے ہیں لیکن جب خود کچھ لینا ہو تو ان کا جی چاہتا ہے کہ ایک ہی جھپٹ میں سب کچھ چھین لیں۔ جس طرح پتھر پر بارش کا برسنا کوئی سبزہ نہیں اُگا پاتا اسی طرح پتھر اور سخت دِل لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

تُلہ بنھ توکل والا

تُلہ بنھ توکل والا ہو مردانے تریئے ہُو
جس دُکھ تھیں سُکھ حاصل ہووے اس تھیں ہول نہ ڈریئے ہُو

اِنَّ مَعَ العُسۡرِ یُسۡرًا آیا چیت اوسے دل دھریئے ہُو

بے پرواہ درگاہ اوہ باہو روو حاصل بھریئے ہُو

ترجمہ: آزمائش کے دریا کو پار کرنے کے لیے کشتی یعنی کی مادی مدد کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اردگرد موجود لکڑیوں (وسائل) کو اکٹھا کرکے آپس میں باندھ کر تلّہ تیار کرکے اللہ کے بھروسے سے ہمت جرأت کے ساتھ اسے دریا میں چھوڑ دینا چاہیئے۔ گو تلّہ کے ذریعے سفر تکلیف دہ تو ہوگا، لیکن پار تو اُتر جائیں گے، لہٰذا اُس تکلیف سے نہیں گھبرانا چاہیئے جو سُکھ کی نقیب ہو یعنی انسان کو اللہ کے بھروسے جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے کیونکہ دُکھوں کو سُکھوں میں بدلنا صرف اسی کے اختیار میں ہے اور اس کا ارشاد ہے کہ میں اس کی مدد کرتا ہوں جو اپنی مدد آپ کرتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ ہر دُکھ کے بعد سُکھ اور ہر تنگی کے بعد کشادگی ملتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو ذہن میں رکھ کر جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے اور اللہ ہی سے ہر دم مدد مانگنی چاہیئے۔ آخری مصرعے میں اس حقیقت کی پردہ دری کر رہے ہیں کہ اے باہوؒ اللہ کا دربار ہر گنہگار کے لیے کھُلا ہے مگر

http://www.apnaorg.com

اس کی صفت بے نیازی کا تقاضا ہے کہ اس کے حضور عجز و انکسار کا مظاہرہ کرتے ہوئے سجدہ ریز ہوجا اور رو رو کر مقصد برآری کر۔ بے بسی و بے نوائی کے آنسو اس کے در پر دستک دیتے ہیں تو اس لازوال اور بے حد و حساب رحمتیں گنہگاروں کو مالا مال کر دیتی ہیں۔

تن میں یار کا شہر بنایا

تن میں یار دا شہر بنایا دل وچ خاص محلہ ہُو
آن الف دل وسوں کیتی میری ہُو ئی خوب تسلّہ ہُو
سبھ کجھ مینوں پیا سنیوے جو بولے ماسوا اللہ ہُو
درد منداں ایہہ رمز پچھاتی بے درداں سر کھلّہ ہُو

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں اگر اپنے جسم کو شہر تصور کروں تو دل اس شہر کا ایک محلہ ہوگا کیونکہ دل میں محبوب مکین ہے لہٰذا یہ محلہ خاص ہوگا اور اس خاص محلے یعنی دل میں جب اللہ تعالیٰ آکر آباد ہوگیا تو مجھے تسلی ہوئی، یعنی دل جب عشق الٰہی کی آماجگاہ بنا تو مجھے بے حد سکون ملا۔ مجھے اگرچہ سب کچھ سنائی دیتا ہے لیکن وہ بات

http://www.apnaorg.com

سنائی نہیں دیتی جو اللہ کے ذکر کے علاوہ ہے یعنی لوگ سمجھتے ہیں کہ میں مجذوب اور حواس سے بیگانہ ہو چکا ہوں حالانکہ ایسا نہیں۔ دردمند یعنی اہلِ دل لوگ اس بات کو سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ میرے حواس کہاں کام کرتے ہیں اور کہاں نہیں لیکن جو عشق سے ناآشنا ہیں وہ قابلِ مذمت ہیں، کیونکہ جس چیز سے وہ بے خبر ہیں اس پر رائے زنی نہیں کرنی چاہیئے اور اگر کرتے ہیں تو پھر ان پر لعنت بھیجنی چاہیئے۔

٭

توڑے تنگ پرانے ہوون

توڑے تنگ پرانے ہوون گجھے رہن نہ تازی ہُو
مار نقارہ دِل وِچ وڑیا کھیڈ گیا اک بازی ہُو
مار دلاں نوں جول دِتو جدوں تکے نین نیازی ہُو
اُنہاں نال کیہ ہویا باہُوؒ جنہاں یار نہ رکھیا راضی ہُو

ترجمہ: عربی گھوڑے کی صفات اس کے ساز و سامان کی محتاج نہیں ہوتیں۔ اس کا سامان خواہ کتنا ہی پرانا اور ٹوٹا پھوٹا کیوں نہ ہو اس

http://www.apnaorg.com

سے گھوڑے کی خوبیاں کم نہیں ہوتیں۔ یہاں عربی گھوڑے سے مراد جوانمرد عاشق ہے جو مشکلات اور رکاوٹوں سے نہیں گھبراتا بلکہ دشمنوں کو للکارتا ہوا مقصد حاصل کر لیتا ہے۔ ہاں البتہ یک مقام ایسا بھی آتا ہے جہاں اس کا مضبوط اور بہادر دل ڈول کر رہ جاتا ہے اور وہ مقام ہے محبوب کا التفات بھری نگاہوں سے دیکھنا۔ آخری مصرعے میں فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے کچھ حاصل نہ کیا جنہوں نے اپنے محبوب کی خوشنودی بھی حاصل نہ کی۔ گویا ان کا جینا بے کار ہے۔

٭

توں تاں جاگ نہ جاگ فقیرا

توں تاں جاگ نہ جاگ فقیرا، لوڑیں انت جگایا ہُو
اکھیں میٹیاں دل نہ جاگے، جاں جاگے مطلب پایا ہُو
ایہہ نکتہ جد پختہ کیتا ظاہر آکھ سنایا ہُو
میں تاں بھُلی ویندی باہُوؒ مرشد راہ وکھایا ہُو

ترجمہ: خود کو فقیرا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں کہ تُو تو شاید جاگ نہ سکے لیکن ضرورت ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو جاگنے پر مجبور کرتی ہے فکرمند رکھتی ہے سوچ بچار بھی ہو تو پھر نیند نہیں آتی۔ دوسرے مصرعے میں ظاہری عبادت کے متعلق فرماتے ہیں کہ آنکھیں بند کر لینے سے دل نہیں جاگتا یعنی اللہ کی قربت حاصل نہیں ہوتی بلکہ جب تک جان نہ جاگے یہ مطلب حاصل نہیں ہوتا یعنی عبادت کے ساتھ جب تک ریاضت شامل نہ ہو اللہ تک رسائی ممکن نہیں۔ جب یہ بات یقین کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو ظاہر بھی پختہ ہو جاتا ہے آخری مصرعے میں مؤنث کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے اس راز کی پردہ دری کرتے ہیں کہ میں تو بھولی بھٹکی پھر رہی تھی لیکن مرشد نے مجھے راستہ دکھایا۔ یعنی مرشد کے بغیر راہِ طریقت کا ملنا مشکل ہے۔

جب لگ خودی کریں

جب لگ خودی کریں خود نفسوں تب لگ رب نہ پاویں ہُو
شرط فنا نوں جانیں ناہیں اسم فقیر رکھاویں ہُو
موئے باجھ نہ سوہندی الفی ایویں گل وچ پاویں ہُو
نام فقیر تداں ہی سوہندا جے جیوندیاں مر جاویں ہُو

ترجمہ: جب تک انسان اپنی خودی کو قائم رکھتا ہے اور نفس کا غلام رہتا ہے اس وقت تک خدا کا ملنا یا پانا ممکن نہیں بلکہ اس کیلئے فقیری زندگی اور رنگ ڈھنگ اپنانے کی نہیں بلکہ حقیقتاً نفس کو مارنے اور دل کی درویشی کی ضرورت ہے جو اللہ کے لیے اس کے عشق میں مرمٹنا نہیں جانتے۔ لہٰذا ہر فقیری روپ دھارنے یا فقیر کہلانے سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے، کیونکہ اللہ نیتوں کو دیکھتا ہے اور اصل دعمل کو دیکھتا ہے وہ ہر قسم کے دھوکہ فریب سے آگاہ رہتا اور جن میں فقیری خو نہیں اور اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ پاتے وہ الفی لباس پہن کر کیا ثابت کریں گے، کیونکہ یہ فقیری چولا تو انہیں سجتا ہے جو ظاہر داری اور دُنیا داری سے منہ موڑ چکے ہوں اور نفس کے منہ زور گھوڑے کو لگام دے چکے ہوں۔

http://www.apnaorg.com

جتھے رتی عشق وکے

جتھے رتی عشق وکے اُتھ مول ایمان نہ ڈھیوے ہُو
کتب کتاباں، ورد وظیفے اوتر چا کچھیوے ہُو
باجھوں مرشد کجھ حاصل نیئے راتیں جاگ پڑھیوے ہُو
مریئے مرن تھیں اگے باہو تاں رب حاصل تھیوے ہو

ترجمہ : فرماتے ہیں کہ عشق ایک ایسا جذبہ ہے جو انمول ہے جس کی کوئی قیمت نہیں لیکن اگر کوئی اس کا قدردان نہ ہو تو وہاں اس کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ دوسرے مصرعوں میں بڑے پتے کی بات بتاتے ہیں کہ کتابیں پڑھنے پڑھانے یا اپنے طور پر وظیفے کرنے اور چلّے کاٹنے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ان وظیفوں اور چلّوں میں تاثیر بھی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی مرشدِ کامل پُشت پر ہو مرشدِ کامل کی راہنمائی کے بغیر راتوں کی عبادت بھی محض رت جگے ہیں۔ راتوں کی عبادت وریاضت تو قربِ الٰہی کے لیے کی جاتی ہے مگر بغیر مرشد یہ قرب ممکن نہیں۔ یعنی کتابی علم، وظیفے اور رت جگے سب تاثیر کے لیے کسی مرشدِ کامل کی راہنمائی اور توجہ کے محتاج ہیں۔

http://www.apnaorg.com

جد دا مرشد کاسہ دتڑا

جد دا مرشد کاسہ دتڑا تدّدی بے پرواہی ہُو
کی ہو یا بجے راتیں جاگے بجے مرشد جاگ نہ لائی ہُو
راتیں جاگیں کریں عبادت دینہ نندیا کریں پرائی ہُو
کوڑا تخت دُنیا دا باہُو فقر سچی بادشاہی ہُو

ترجمہ: جب سے مرشد نے فقیری کا کاسہ عطا کیا ہے اس وقت سے بے پرواہی کی دولت بھی مل گئی ہے یعنی مرشد کا دامن پکڑ کر درویشی اور بے نیازی کی وہ دولت حاصل ہوگئی ہے جو اس سے پہلے میسر نہ تھی۔ اس کے حصول کے لیے عشق کی تپش کا ہونا ضروری ہے۔ تپشِ عشق میں شب بیداری اصل عبادت ہے ورنہ رت جگوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی عشقِ صادق ہی درویشی و بے نیازی کی دولت سے نوازتا ہے اور یہی قربِ الٰہی کا وسیلہ ہے۔ یہی دُنیاوی تخت و تاج اور جاہ منصب کو فقیر کی نگاہ میں بے وقعت بناتا ہے اور یہی فقر کی لازوال دولت کے خزانے عطا کرتا ہے۔

❊

http://www.apnaorg.com

جنگل دے وچ شیر مریلا

جنگل دے وچ شیر مریلا باز پوے وچ گھر دے ہُو
عشق جیہا صرّاف نہ کوئی کھوٹ نہ چھڈے وچ زردے ہُو
عاشق نیندر بھکھ نہ کوئی عاشق مُول نہ مَردے ہُو
عاشق سوئی جیندے جیہڑے رب اگے سر دھردے ہُو

ترجمہ: جنگل میں شیر کا خطرہ جو بلا تمیز ہر انسان و حیوان کو مار ڈالتا ہے اور گھر میں باز کے جھپٹنے کا خوف رہتا ہے یعنی دیندار انسان کو ہر قدم پر خوف گھیرے رہتا ہے لیکن صرف عشق ہی ایک ایسا جذبہ ہے جو انسان کے اندر کا کھوٹ یعنی خوف و خطر دُور کر کے اسے خطرات سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ سلطان صاحب نے عشق کو ایک صراف سے تشبیہ دی ہے جو سونے کا تمام کھوٹ اور ملاوٹ دُور کر کے اسے خالص بنا دیتا ہے۔ پھر آخری دونوں مصرعوں میں عاشق کی صفات بیان کی ہیں کہ نہ تو اسے نیند آتی ہے نہ بھوک ستاتی ہے اور نہ ہی وہ عام آدمی کی طرح موت کے ہاتھوں فنا ہوتے ہیں لیکن ان میں بھی فرق بیان کیا ہے کہ صرف وہ عاشق زندہ رہتے ہیں جو اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں فنا کر دیتے ہیں اور اس کی رضا کے

http://www.apnaorg.com

مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔

جنھاں شوہ الف تھی پایا

جنھاں شوہ الف تھیں پایا اوہ قرآن نہ پڑھدے ہُو
مارن دم محبت والا دُور ہویو نہیں پردے ہُو
دوزخ بہشت غلام تنہاں دے چا کیتے نیں بردے ہُو
مَیں قرباں تنہاں دے جیہڑے وحدت دے وچ وڑدے ہُو

ترجمہ: فرماتے ہیں جو لوگ واصلِ حق ہو جاتے ہیں ان کا دِل دماغ بلکہ پُورا وجود ورد کرتا رہتا ہے لہٰذا وہ ظاہراً قرآن نہیں پڑھتے۔ علاوہ ازیں وہ اس کے معنی میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اللہ سے محبت کیے بغیر دُنیاوی پردوں کا ہٹنا ممکن نہیں۔ تیسرے مصرعے میں فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو اللہ کا قُرب حاصل ہو جاتا ہے ان کی نظر میں دوزخ اور بہشت کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی۔ آخری مصرعے میں فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے قربان جاؤں جو وحدت میں ڈوب گئے اور واصلِ حق ہو گئے یعنی جنہوں نے اپنے آپ ذاتِ واحد میں گم کر دیا وہ بہت ہی خوش نصیب اور اعلیٰ لوگ ہیں۔

http://www.apnaorg.com

جھاں عشق حقیقی پایا

جھاں عشق حقیقی پایا موہنوں نہ الاوݨ ہُو
ذکر فکر وچ رہن ہمیشاں دم نوں قید لگاوݨ ہُو
نفسی، قلبی، روحی، سری، اخفی، خفی کماوݨ ہُو
مَیں قربان تنہاں توں جیہڑے ہکس نگہ جواوݨ ہُو

ترجمہ: وہ لوگ جو عاشقِ صادق ہوتے ہیں اور جن کا سرمایہ ہی عشقِ حقیقی ہوتا ہے وہ اللہ کی محبت میں اس قدر ڈوب جاتے ہیں کہ خود ان کی اپنی خبر نہیں رہتی۔ وہ ہر لمحہ اور ہر جا اللہ ہی کے ذکر اور فکر میں ہمیشہ کھوئے رہتے ہیں۔ ان کا نفس، دِل اور رُوح عشقِ الٰہی میں سرشار رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان پر ظاہری اور باطنی اسرار کُھل جاتے ہیں۔ باہُوؒ کہتے ہیں کہ ان لوگوں پہ قربان جاؤں جن کی ایک نگاہِ التفات جینے کا ڈھنگ سکھا دیتی ہے اور زندگی کے اعلیٰ و ارفع مقصد سے آگاہ کر دیتی ہے۔

http://www.apnaorg.com

جل جلیندے جنگل بھوندے

جل جلیندے جنگل بھوندے میری ہکا گل نہ پکی ہُو
چلیے تے گزاران میرے دل دی دوڑ نہ ڈکی ہُو
تریہے روزے پنج نمازاں ایہہ بھی پڑھ پڑھ تھکی ہُو
سبھے مراداں حاصل ہویاں جاں نظر مہر دی تکی ہُو

ترجمہ: میں نے ربّ ذوالجلال کی نیابت حاصل کرنے کے لیے پانی میں عبادت کی، جنگل میں ریاضت کی، حج کیے، روزے رکھے، پنجگانہ نمازاں ادا کیں لیکن کسی طرح بھی مقصد کا حصول نہ ہوا لیکن جب اس محبوب (اللہ) ایک نگاہِ التفات سے دیکھا تو تمام مقاصد حاصل ہو گئے۔ ساری مرادیں پوری ہو گئیں یعنی نماز، روزے، حج کی ادائیگی تو فرض کی ادائیگی ہے اور پانی میں کھڑے ہو کر راتیں عبادت و ریاضت میں گزارنا یا جنگلوں ویرانوں میں جا کر یادِ خدا سے خدا حاصل نہیں ہوتا بلکہ جب اس کی توجہ بندے پر ہوتی ہے تبھی تو یہ سب کچھ اثر دکھاتا ہے۔ گویا اس کی نظر کرم اوّلین ہے۔

http://www.apnaorg.com

جو پاکی بن عشق ماہی

جو پاکی بن عشق ماہی سو پاکی حیان پلیتی ھُو
ہک بت خانیں واصل ہوئے ہک خالی رہے مسیتی ھُو
عشق دی بازی تہاں لئی جنہہ سر دیون ڈھل نہ کیتی ھُو
ہرگز دوست نہ ملیا باہو جنہہ ترٹی چوڑ نہ کیتی ھُو

ترجمہ: وہ پاکیزگی پاکیزگی نہیں بلکہ ناپاکی ہے جو عشق الٰہی میں اختیار نہ کی گئی ہو یعنی ہر وہ کام جس کی انجام دہی کی بنیاد اللہ سے محبت پر نہ ہو وہ اچھا ہونے کے باوجود اچھا نہیں کہلاتا۔ دُنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے بت خانے میں بھی خدا کا قرب حاصل کر لیا اور ایسے بھی ہیں جو مسجد میں عبادت اور پاکیزگی کے باوجود محروم رہے گویا واصلِ حق ہونے کے لیے اخلاص اور یقین شرط ہیں خواہ وہ بتخانے میں جانے والے ہی کیوں نہ ہوں۔ عشق کی بازی جیتنے کے لیے سر دینے سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیئے اور جو عشق میں بے خانماں یا جاناں برباد نہیں ہوئے انہیں محبوب (اللہ) کبھی نہیں ملا۔

http://www.apnaorg.com

جو دل منگے ہووے ناہیں

جو دل منگے ہووے ناہیں ہو دن رہیا پریرے ہُو
دوست نہ دیوے دل دا دارو عشق نہ واگاں پھیرے ہُو
اس میدان محبت دے وچ ملدے تا تکھیرے ہُو
مَیں قربان تنہاں توں باہُو جنہاں رکھیا قدم اگیرے ہُو

ترجمہ: اس بیت میں عاشق کی ثابت قدمی اور معشوق کی ضد کا موازنہ بڑا خوبصورت اور اثر انگیز ہے۔ فرماتے ہیں کہ عاشق ہمیشہ یہی سمجھتا ہے کہ اس کے درد کی دوا محبوب کے پاس ہے اور محبوب کا قرب ہے لیکن محبوب کبھی اس کے درد کا مداوا نہیں کرتا بلکہ اپنے عشوہ و ادا سے عشق کو مہمیز لگا کر عاشق کو تڑپاتا اور آزماتا رہتا ہے مگر عشق ہر مرحلے پر ثابت قدم رہتا ہے اور کبھی ہمت ہار کر محبوب سے منہ نہیں موڑتا۔ عاشق کو میدانِ عشق میں محبوب کی طرف سے بڑے تیکھے داؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ داؤ پیچ کے تیروں کی بارش میں بھی عاشق اپنے جذبۂ صادق اور یقین محکم کے سہارے آگے ہی آگے بڑھتا رہتا ہے۔ باہُو کو ایسے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں اور وہ اپنی اس پسند اور محبت کا اظہار لفظ قربان سے کرتے

http://www.apnaorg.com

ہیں یعنی میں ایسے اور مستقل مزاج عاشقوں کے قربان اور صدقے جاؤں جو عشق کے پُرخار راستوں پر نامساعد حالات میں بھی لغزش نہیں کھاتے بلکہ واصلِ حبیب ہونے کے لیے آگے ہی آگے بڑھتے رہتے ہیں اور انجام کار اپنی اس ثابت قدمی کی وجہ وصال کی دولت اور لذت سے مالامال ہو جاتے ہیں۔

جودم غافل سو دم کافر

جودم غافل سودم کافر مرشد ایہہ پڑھایا ہُو
سنیا سخن گیاں کھُل اکھیاں چِت مولا وَل لایا ہُو
کیتی جان حوالے رب دے ایسا عشق کمایا ہُو
مرن تھیں اگے مر گئے باہُوؒ تاں مطلب نوں پایا ہُو

ترجمہ: اس بیت کا لبِ لباب یہ ہے کہ ہمیں ہر دم ہر لمحہ اور ہر حال میں ذکرِ خدا کرتے رہنا چاہیئے اور اس سے محبت کا دم بھرتے رہنا چاہیئے اور اپنی جان اللہ کے حوالے کر کے مرنے سے پہلے مر جانا چاہیئے مرنے سے پہلے مرنے سے مراد ہے کہ تمام دنیاوی آسائشوں اور لذتوں سے منہ موڑ کر عشقِ الٰہی میں غرق ہو جانا چاہیئے۔ تبھی تو وصلِ خدا میسر

http://www.apnaorg.com

ہوتا ہے۔ آخر میں بتاتے ہیں کہ جب میرے مرشد نے مجھے یہ بات بتائی تو میرے آنکھیں کھل گئیں یعنی مجھے مرشد کے ذریعے یہ راز معلوم ہوا تو میں نے اپنے دل میں اس کی محبت کو بسا کر اپنی جان اس کے حوالے کر دی یعنی خود کو اس کی رضا پر چھوڑ دیا، تب جا کر کہیں مجھے مطلب یعنی وصال نصیب ہُوا۔

جے توں چاہیں وحدت

جے توں چاہیں وحدت رب دی مل مرشدیاں تلیاں ہُو
مرشد لطفوں کرے نظارہ گل تھیون سب کلیاں ہُو
انہاں وچ اک لالہ ہوسی گل نازک گل پھلیاں ہو
دوہیں جہانیں مُٹھے جنھاں سنگ کیتا دو ولیاں ہُو

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ اگر تم قرب الٰہی کے خواہشمند ہو تو مرشد کی خدمت کرو اور جب مرشد تجھ سے خوش ہوگا تو کلیاں کھل کر پھول بن جائیں گی اور انہیں پھولوں میں ایک لالہ کا پھول بھی ہوگا یعنی جذبۂ عشق کا تحفہ بھی تجھے عطا ہوگا جو حاصلِ زندگی ہے۔

آخری مصرعے میں تنبیہ کرتے ہُوئے بتاتے ہیں کہ ایک مرشد کا دامن تھامنے کے بعد یقین کے ساتھ قائم رہنا اور کسی دوسرے ولی کی

http://www.apnaorg.com

طرف رجوع نہ کرنا کیونکہ ایسا کرنے والا دونوں خسارے میں سودا کرتا ہے۔

جے رب نہاتیاں دھوتیاں ملدا

جے رب نہاتیاں دھوتیاں ملدا، ملدا ڈڈواں مچھیاں ہُو

جے رب ملدا موں منایاں، ملدا بھیڈاں سسیاں ہُو

جے رب جتیاں ستیاں ملدا، ملدا ڈانداں خصیاں ہُو

رب انہاں نوں ملدا باہُو نیتاں جنہاں دیا اچھیاں ہُو

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ لوگ خدا کو تلاش کرنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں کچھ کا خیال ہے کہ لباس اور جسم کی پاکیزگی خدا کو پانے کا راستہ ہے۔ کچھ کا خیال ہے جنگلوں چراگاہوں اور میدانوں میں پھرنے سے ملتا ہے۔ کچھ کا خیال ہے کہ ترکِ دُنیا اس کا بہترین راستہ ہے۔ باہو ان تمام خیالوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر خدا نہانے دھونے سے ملتا تو پھر مینڈک اور مچھلیاں جو ہر وقت پانی میں رہتے ہیں ان کو مل جاتا۔ اگر خدا کا حصول جنگلوں میدانوں میں پھرنے سے ملتا تو پھر بکریوں کو ملتا اور اگر ترکِ دُنیا سے خدا کا قرب میسر آتا تو پھر خصی کیے ہوئے بیلوں کو ملتا۔ آخر میں اس راز کی پردہ کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خدا کی محبت اور قربت دنیا بت ظاہری صفائی ستھرائی اور طور طریقے سے نصیب

http://www.apnaorg.com

نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے نیت کی صفائی، اچھائی اور خلوص کی ضرورت ہے۔

جن لوگوں کو اللہ جل شانہٗ نے نیت کا اخلاص عطا کیا ہے وہی اس نعمت اور لطف وکرم سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

جیم جس الف مطالعہ کیتا

جیم جس الف مطالعہ کیتا بے دا باب نہ پڑھدا ہُو
چھوڑ صفاتی، لدھیوس ذاتی، عامی دور چا کردا ہُو
نفس امارہ کڑا جانے ناز نیاز نہ دھردا ہُو
کیا پرواہ تنہاں نوں جنہاں گھار دلدھا گھردا ہُو

ترجمہ: جس نے الف پڑھ لیا اسے ب کا سبق پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں یعنی اللہ کی معرفت اور عشق حاصل ہو جانے کے بعد کسی اور کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ گویا وہ شخص صفات الہٰی کے درجہ سے نکل کر ذات الہٰیہ کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ وہ اپنے نفس کو مار کر ناز و نیاز کی حدوں سے پار نکل جاتا ہے یعنی آرام و آسائش سے منہ موڑ لیتا ہے۔

اور جن کو خدا مل جائے پھر انہیں کسی اور کی پرواہ نہیں رہتی۔

یعنی جن کو اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے اور جن پر اس کی نظر کرم ہو جائے

http://www.apnaorg.com

انہیں پھر کوئی حاجت کوئی خواہش نہیں رہتی۔

جیں دل عشق خرید نہ کیتا

جیں دل عشق خرید نہ کیتا سو دل درد نہ پھٹی ھُو

جیں دل عشق حضور نہ منگیا سو درگاھوں سٹی ھُو

اس دل تھیں سنگ پتھر چنگے جس دل غفلت آئی ھُو

ملیا دوست نہ اُنہاں جنہاں چوڑ نہ کیتی ترٹی ھُو

ترجمہ: وہ دل اپنی قیمت کھو بیٹھتا ہے جس میں عشق الٰہی جاگزیں نہیں ہوتا۔ عشق ہی سے دل کو درد کی نعمت عطا ہوتی ہے۔ اگر دل درد سے خالی ہے تو وہ دل دل ہی نہیں اور وہ عشق عشق نہیں جس میں حضوری نہیں جو یار کی خوشنودی نہیں چاہتا وہ درگاہ سے راندہ جاتا ہے اور جو دل اپنے محبوب سے غافل رہا اس سے تو پتھر قیمتی ہے اور جو لوگ محبوب (خدا) کی معرفت و نیابت اور خوشنودی اور رضا کے لیے خود کو مٹا نہیں دیتے برباد نہیں ہو جاتے بے خانماں نہیں ہو جاتے وہ عاشق صادق ہی نہیں اور وصالِ یار کے مستحق ہی نہیں ہو سکتے یعنی دل کے لیے درد اور یادِ عشق کے لیے حضوری اور وصالِ یار کیلئے بربادی شرط ہے۔

جیں دل عشق خرید نہ کیتا

جیں دِل عشق خرید نہ کیتا سو دل درد نہ جانے ہُو
خُسرے ہر کوئی آکھے کوئی نہ کہے مردانے ہُو
گلیاں وِچ پھرن ہر ویلے جیوں ڈھور ڈنگر دیانے ہُو
مرد مرد تداہیں کھل سن جد عشق بخس سن گانے ہُو

ترجمہ: حضرت سُلطان باہُو جس عشق کا ذکر کرتے ہیں وہ امرِ اختیاری ہے جو کوشش اور ریاضت سے حاصل ہوتا ہے ان کا خیال ہے کہ یہ ایک چیلنج ہے جسے صرف بہادر لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور میدانِ عمل میں آتے ہیں اور ہر مشکل سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ عشق (الٰہی) جس کا دوسرا نام ہی مشکلات اور آزمائش ہے جو لوگ ان سے گھبراتے ہیں اور اس کو خریدنے سے گریز کرتے ہیں باہُوؒ کے نزدیک وہ نہ صرف مرد اور مخنث ہیں بلکہ ان سے کمتر درجہ دیتے ہوئے انہیں ڈھور ڈنگر سمجھتے ہیں۔

http://www.apnaorg.com

جیں دل عشق خرید نہ کیتا

جیں دل عشق خرید نہ کیتا سو دل سخت بختی ہُو
ازل استاد نے سبق پڑھایا تھہ دِتّی دل تختی ہُو
بر سر آیاں دم نہ ماریں جاں آوے سر سختی ہُو
پڑھ توحید ہو واصل باہُو سبق پڑھیوے وقتی ہُو

ترجمہ: جس دِل نے عشقِ الٰہی کی تمنا نہیں کی اور اسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی وہ نہایت بدقسمت ہے۔ استادِ ازل نے دِل کی تختی ہاں میں دے کر یہی سبق پڑھایا ہے کہ اس تختی پر عشقِ خدا کا نقش بنا اور اسے بنانے اور پکا کرنے میں اگر تکالیف بھی اٹھانا پڑیں اور مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑے تو گھبرانا نہ، کیونکہ توحید کا سبق ہی ایک ایسا سبق ہے جو ایک بار یاد ہو جائے تو پھر کبھی نہیں بھولتا۔ باقی تمام سبق تو وقتی ہوتے ہیں جو آہستہ آہستہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بھول جاتے ہیں۔ پھر اس دائمی سبق کو یاد کر کے وصالِ خدا کا انعام ملتا ہے جو حاصلِ زندگی ہے جو مقصدِ تخلیقِ بندہ ہے۔

http://www.apnaorg.com

جیندے کیہ جانن

جیندے کیہ جانن سار مویاں دی، سو جانے جو مردا ہُو
قبراں دے وچ ان نہ پانی خرچ لوڑیندا گھر دا ہُو
اک وچھوڑا ماں پیو بھائیاں بیا عذاب قبر دا ہُو
واہ نصیبا اوہندا جیہڑا وچ حیاتی مردا ہُو

ترجمہ: مرنے والوں کو کس کس عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ زندہ لوگ نہیں کر سکتے صرف مرنے والے ہی جانتے ہیں۔ قبر کے اندر نہ روٹی ملتی ہے نہ پانی ملتا ہے اور مرنے والا جب گھر کی سہولتیں ڈھونڈتا ہے تو اسے قبر اور گھر کا فرق محسوس ہوتا ہے۔ پھر صرف کھانے پینے ہی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ ماں باپ بہن بھائیوں سے بچھڑنے کے دُکھ کے ساتھ قبر کا عذاب، تنگی، تاریکی اور خوف و دہشت کا بھی سامنا ہوتا ہے، لیکن جو لوگ زندگی ہی میں مر جاتے ہیں یعنی دُنیاوی آرام و آسائش، جاہ و منصب اور شان و شوکت سے اللہ کی محبت میں مُنہ موڑ لیتے ہیں ان کے نصیبوں کی کیا بات ہے، یعنی وہ بہت خوش نصیب ہیں اور پھر انہیں مرنے کے بعد ان تکلیفوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جو عام طور پر مرنے والے کو پیش آتی ہیں۔

http://www.apnaorg.com

جیں ڈینہ دا

جیں ڈینہ دا میں در تینڈے تے سجدہ صحی جا کیتا ہُو
اس ڈینہ دا سر فدا اٹھائیں بیا دربار نہ لیتا ہُو
سِر دیون سِرّ آکھن ناہیں شوق پیالہ پیتا ہُو
مَیں قربان انہاں توں جنہاں عشق سلامت کیتا ہُو

ترجمہ: جس دن سے مَیں نے تیرے در پہ سجدہ کیا ہے اس دن سے مَیں نے اپنا سر اس در کی نذر کردیا ہے یعنی میری تمام تر وفائیں تیرے در سے وابستہ ہوگئی ہیں اور کسی دوسرے دربار کی حاجت نہیں رہی - جو لوگ عشق کا پیالہ پی لیتے ہیں وہ اپنا سر اپنی جان تو قربان کردیتے ہیں لیکن دِل کا راز ظاہر نہیں ہونے دیتے یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی جان دے کر عشق کو حیاتِ جاوداں عطا کرتے ہیں - باہُوؒ ایسے سچے عاشقوں کے دِل سے قدردان ہیں اور سچے عشق کے طالب ہیں اور اسی ایک در سے وابستگی ہی ان کی آرزو اور مدعا ہے -

http://www.apnaorg.com

جیوندیاں مر رہنا ہے

جیوندیاں مر رہنا ہے تاں دیس فقیراں بہیئے ہُو
جے کوئی سُٹے گُدڑ کُوڑا وانگ اروڑی رہیئے ہُو
جے کوئی دیوے گالھاں مہنے اس نوں جی جی کہیئے ہُو
گِلہ الُاہماں بھنڈی خواری یار دے پاروں سہیئے ہُو
قادر دے ہتھ ڈور اساڈی جیوں رکھے تیوں رہیئے ہُو

ترجمہ: اگر جیتے جی یعنی زندگی میں مرنے والوں کی طرح زندگی گزارنا ہے یعنی دنیاوی نعمتوں، آسائشوں کو ترک کرکے درویشی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں تو پھر فقیروں کے ساتھ دوستی کرنا، کیونکہ فقیر پر کوئی کوڑا کرکٹ بھی پھینک دے تو وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ کوئی بُرا بھلا کہے تو جواب نہیں دیتا، گلہ نہیں کرتا بلکہ وہ عجز وانکساری کا اظہار کرتا ہے اور جس کی وجہ سے اس نے یہ روپ دھارا ہے اس کی خاطر تو ہر قسم کی ذلت و بدنامی سہتا ہے، کیونکہ اس کا محبوب ہر شے پر قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے، لہٰذا اس کی رضا پر رضا پر راضی رہنا ہی بندے کے مفاد میں ہے وہ جیسے رکھے رہو اور ہر دم شکر ادا کرتے رہو۔

http://www.apnaorg.com

چڑھ چناں توکر رشنائی

چڑھ چناں توکر رشنائی ذکر کریندے تارے ہُو
گلیاں دے وچ پھرن نمانے لالاں دے ونجارے ہُو
شالا کوئی نہ تھیوے مسافر لکھ جنہاں توں بھارے ہُو
تاڑی مار اُڈا نہ سانوں اسی آپے اُڈّن ہارے ہُو

ترجمہ: تاروں کے ٹمٹمانے کو حضرت باہُوؒ نے محوِ ذکرِ خدا ہونے کو کہا ہے اور ساتھ ہی چاند کو دعوت دی ہے کہ وہ بھی اس حلقۂ ذکر میں شامل ہوکر اس کی رونق اور برکات میں اضافہ کرے۔ دوسرے مصرعے میں اچھے انسانوں کا گردش میں رہنا ہے تارے آسمان پر اور انسان زمین پر۔ آخری دو مصرعوں میں سفر کی صعوبتیں سہنے والے دردمندوں کا ذکر ہے جنہیں ساکنان شہر بوجھ سمجھ کر انہیں وہاں سے نکالنے کیلئے بے صبری اور جلد بازی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، حالانکہ انہیں تو خود ہی وہاں سے چلے جانا ہے لہٰذا تاڑی مار کر یعنی زبردستی نکالنے کی ضرورت نہیں، اس سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ ہر انسان کو ایک نہ ایک دن اس دُنیا سے جانا ہی ہے پھر اسے مار کر یا مصائب میں مبتلا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

http://www.apnaorg.com

حافظ پڑھ پڑھ کرن تکبّر

حافظ پڑھ پڑھ کرن تکبّر مُلّاں کرنے وڈائی ہُو
ساون ماہ دے بدلاں وانگوں پھرن کتابی چائی ہُو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا پڑھن کلام سوائی ہُو
دوہیں جہانیں مُٹھے جنہاں کھادی ویچ کمائی ہُو

ترجمہ: اس بیت میں حافظِ قرآن اور ملاؤں پر شدید طنز ہے جو اللہ کے کلام کو بیچ کر روزی کماتے ہیں اور علم جو خالص اللہ کی دین ہے اس پر اتراتے پھرتے ہیں اور بغلوں میں کتابیں دبا کر جگہ جگہ لوگوں کو مرعوب کرتے ہیں اور پھر جہاں کہیں کھانے پینے کا سامان نظر آگیا وہیں ڈھیر ہو گئے اور نئی سے نئی بات پیش کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں باہُوؒ کا کہنا ہے کہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں کوئی ٹھکانہ نہیں کیونکہ وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں نمود و نمائش کے لیے یا کھانے پینے کے لیے کرتے ہیں۔ ان کا کوئی عمل بھی رضائے الٰہی کے لیے نہیں ہوتا۔

حفاظ اور ملاؤں کے جا بجا پھرنے کو ساون کے بادلوں سے تشبیہ دے کر باہُوؒ نے ایسے لوگوں کا نقشہ بڑی خوبصورتی سے کھینچا ہے۔

http://www.apnaorg.com

خام کیہ جانن

خام کیہ جانن سار فقر دی محرم ناہیں دِل دے ہُو
آب مٹی تھیں پیدا ہوئے خالی بھانڈے گل دے ہُو
قدر کیہ جانن لال جواہر جو سوداگر بل دے ہُو
سو ایمان سلامت ویسن جو بھج فقیراں مِلدے ہُو

ترجمہ: فقر کی بلندی اور نامحرموں کا موازنہ بہت خوبصورتی سے کیا ہے۔ فرماتے ہیں جو لوگ دلوں کے محرم نہیں یعنی معرفت سے ناواقف اور نابلد ہیں وہ کیا جانیں درویشی اور بے نیازی کی دولت کیا ہوتی ہے ان کی مثال تو کچی مٹی کے برتن کی سی ہے جو پختہ نہ ہوا ہو جو آگ کی تپش سے ناآشنا ہو۔ بعینہ اس سوداگر کے جو بل (سخت قسم کا پھل) بیچتا ہو بھلا وہ لال وجواہر کی قدر کیا جانے۔ ایمان کی سلامتی جن کا مقصد ہوتا ہے وہ فقیروں اور درویشوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں اور دنیا داری سے گریز کرتے ہیں۔ سلطانؒ صاحب کے نزدیک فقر کا مقام نہایت اعلیٰ وارفع ہے جس کی تمنا ہر صاحب دِل کو ہوتی ہے اور جسے یہ مقام حاصل ہو جائے وہ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

http://www.apnaorg.com

دال دلاں وچ دل جو آکھیں

دال دلاں وچ دل جو آکھیں سو دل دُور دلیلاں ہُو
دل دا دورا گو ہاں کیجے کثرت کنوں قلیلوں ہُو
قلب کمال جالوں جسموں جوہر، جاہ جلیلوں ہُو
قبلہ قلب منور ہویا، خلوت خاص خلیلوں ہُو

ترجمہ: وہ دِل جو صحیح معنوں میں دِل ہے وہ عقل کی دلیلوں سے دُور ہوتا ہے وہ ایمان اور یقین کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔ دِل سے شک و شبہات کو دُور کرنے کے لیے کثیر مثالوں یا دلیلوں کی ضرورت نہیں بلکہ قلیل مگر ٹھوس امثال سے اسے دُور کرنا چاہیے۔ دل کا کمال حسن سے نکھرتا ہے اور جسم کا جوہر اس کی صلاحیت ہے اور جاہ کا تعلق جلال یا جلالت سے ظاہر ہوتا ہے۔ دِل کا قبلہ اس وقت ہی ہو سکتا ہے جب دوست کا قرب تنہائی میں میسر آئے یعنی دوست سے تنہائی میں گوشۂ خلوت میں ہی ملاقات ہوتی ہے اور اس کی ملاقات دل کے قبلہ کو روشنی عطا کرتی ہے۔

http://www.apnaorg.com

دال دلیلاں چھوڑ وجود دں

دال دلیلاں چھوڑ وجود دل ہو ہوشیار فقیرا ہُو
بنھ توکل پنچھی اُڈدے پلّے خرچ نہ زیرا ہُو
روزی روز اُڈ کھان ہمیشہ نہ کردے نال ذخیرا ہُو
مولا رزق پچاوے باہُوؒ جو پتھر وچ کیڑا ہُو

ترجمہ: اس بیت میں توکل باللہ اور قناعت کا درس دینے کے لیے باہُوؒ نے پرندوں کی مثال بہت خوبصورتی سے پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اے فقیر! تو کیوں دلیلوں میں الجھا ہُوا ہے تجھے رزق اور جان کی کیوں فکر لاحق ہے جبکہ یہ فکر تیرا کا نہیں تیرا کام تو اللہ پر بھروسہ کرکے جو کچھ حاصل ہو اس پر قناعت کرنا ہے تو کیوں کل کی فکر میں گھُل رہا ہے۔ پرندوں کی طرف دیکھ کر وہ روزانہ رزق کی تلاش میں پرواز کرتے ہیں جتنی ضرورت ہوتی ہے کھاتے ہیں نہ انہیں کل کی فکر نہ رزق کو ذخیرہ کرلے کا خیال، اس کی دوسری مثال وہ کیڑا ہے جو پتھر کے اندر رہتا ہے جہاں رزق کا پیدا ہونا یا پہنچنا ممکن ہی نہیں پھر بھی اس کا رازق اور خالق اس کو

http://www.apnaorg.com

رزق پہنچاتا ہے۔ تو اپنے ایمان اور توکل کو مضبوط کر کے قناعت کو اختیار کر یہی مقصدِ حیات ہے اور منشائے الٰہی، یہی فقر ہے، یہی فقیر کی شان ہے۔

دُدھ دہیں تے ہر کوئی رِڑکے

دُدھ دہیں تے ہر کوئی رِڑکے عاشق بھاہ رِڑکیندے ھُو
تن چٹورا، مَن مندھانی، آہیں نال ہلیندے ھُو
دُکھاں نیترا کڈھے لشکارے غماں دا پانی پیندے ھُو
نام فقیر تنھاں دا جیہڑے ہڈّاں مکھن کڈھیندے ھُو

ترجمہ: باہُوؒ فرماتے ہیں کہ دُودھ دہی تو ہر کوئی بلوتا ہے مگر جس طرح عاشق بلوتے ہیں اس کی تو کوئی مثال ہی نہیں، عاشق کے جسم کو اگر چاٹی تصور کیا جائے تو اس کا دِل اس میں مدھانی کا کام کرتا ہے جبکہ دِل سے نکلنے والی آہیں عشق کے دہی کو ہلا رنے دیتی ہیں۔ دُکھوں سے لسی نکھرتی ہے اور غموں کا پانی ملا کر پیتے ہیں۔ یوں ان ہڈیوں سے مکھن حاصل ہوتا ہے تب جا کر وہ فقیر بنتا اور کہلاتا ہے۔

http://www.apnaorg.com

اس بیت میں باہُوؒ نے راہِ عشق میں پیش آنے والی مشکلات صعوبتوں اور آزمائشوں کا ذکر کیا ہے جن سے گزر کر ایک عاشق عاشقِ صادق بنتا ہے اور مقامِ فقر حاصل کرتا ہے۔

درد اندر دا اندر ساڑے

درد اندر دا اندر ساڑے باہر کراں تاں گھائل ہُو
حال اساڈا کیویں جانن جو دنیا تے مائل ہُو
بحر سمندر عشقے والا ہر دم رہندا حائل ہُو
پہنچ حضور آسان نئیں اساں نام ترے دے سائل ہُو

ترجمہ: ہم اپنے اندر کا درد عام آدمی سے نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ اس دردِ محبت سے آگاہ ہی نہیں جو ہمیں بے قرار رکھتا ہے۔ اس تپشِ عشق سے آشنا ہی نہیں جو ہمیں اندر ہی اندر سلگاتی اور جلاتی رہتی ہے بلکہ اس اظہار کا اُلٹا اثر ہوتا ہے دنیا دار لوگ ہمارا حال سُن کر تمسخر اڑاتے ہیں۔ طعنے دیتے اور دیوانہ سمجھ کر پتھر مار کر زخمی کر دیتے ہیں۔ یوں عشق کا سمندر جس میں ہر دم مشکلات ہیں آزمائشیں ہیں،

http://www.apnaorg.com

کلفتیں اور مصیبتیں ہیں جو ہمارے اور محبوب (خدا) کے درمیان حائل رہتا ہے جس کو پائے بغیر حضوری کا حاصل ہونا ممکن ہی نہیں۔ ہم جو تیرے طلب گار ہیں تیری ہی تمنا کرتے ہیں جانتے ہیں کہ تیری معرفت تیرا قرب تیری نیابت اور تیرا التفات حاصل کرنے کے لیے یہ سب کچھ سہنا پڑے گا اور سہہ رہے ہیں۔

درد منداں دا خون جو پیندا

درد منداں دا خون جو پیندا برہوں باز مریلا ہُو
چھاتی دے وچ کیتس ڈیرا شیر بیٹھا مل میلا ہُو
ہاتھی مست سندوری وانگوں کردا پیلا پیلا ہُو
پیلے دا وسواس نہ کیجئے، پیلے باجھ نہ میلا ہُو

ترجمہ: درد مند اور عاشق دونوں ایک ہی چیز ہیں یعنی عاشقوں کا خون جو پیتا ہے وہ قاتل اور خونخوار باز سے کم نہیں۔ دوسرے مصرعے میں اسے (عشق) کو ایسے شیر سے تشبیہ دی ہے جو سینے میں ڈیرا جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ تیسرے مصرعے میں اسے مست ہاتھی کہا ہے جو

وہ اسے مارتا پھرتا ہے، مگر آخری مصرعے میں کہتے ہیں کہ ایسے دھاڑوں سے گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ عاشق کا وصال اسی میں ہے۔

یعنی عشق وہ خونخوار باز ہے جو عاشقوں کا خون پیتا ہے یہ وہ شیر ہے جو عاشق کے دل میں جا بیٹھتا ہے۔ یہ وہ مست ہاتھی ہے جو شور مچاتا اور دھاڑتا پھرتا ہے، لیکن ان کی دھاڑ سے ڈرنا نہیں چاہیئے کیونکہ عشق کی صعوبتیں سہنے کے بعد ہی عاشق کو وصال کی دولت میسر آتی ہے۔

دردمنداں دیاں آہیں

دردمنداں دیاں آہیں کولوں پتھر پہاڑ دے جھڑدے ہُو
دردمنداں دیاں آہیں توں بھج ناگ زمین وچ وڑدے ہُو
دردمنداں دیاں آہیں توں آسمانوں تارے جھڑدے ہُو
دردمنداں دیاں آہیں کولوں عاشق مول نہ ڈردے ہُو

ترجمہ: دردمندوں کی آہوں میں اتنی گرمی ہوتی ہے کہ اس سے پہاڑ کے پتھر بھی ٹوٹ ٹوٹ کر گر جاتے ہیں۔ ان کی آہوں میں اتنا اثر ہوتا ہے کہ آسمان سے تارے بھی ٹوٹ ٹوٹ کر گر جاتے ہیں لیکن

http://www.apnaorg.com

عاشق ان آہوں سے نہیں گھبراتے کیونکہ وہ خود بھی انہی آہوں کی
تپش سہہ رہے ہوتے ہیں

پورے بیت میں دردمندوں کی آہوں کی تاثیر بیان کی گئی ہے
جن کے اثر سے پہاڑ ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں آسمانوں سے ستارے ٹوٹ
کر گر جاتے ہیں، مگر عشاق ان آہوں سے نہیں گھبراتے کیونکہ وہ تو رات
دن ان سے کھیلتے ہیں اگرچہ یہ کوئی معقول بات نہیں لیکن شاعر کا مطلب
اچھے انداز میں ہے۔

دردمنداں دے دھوئیں دُھکھدے

دردمنداں دے دُھوئیں دُھکھدے ڈردا کوئی نہ سیکے ہُو
انہاں دھوئیاں دے تا تکھیرے محرم ہووے تاں سیکے ہُو
چھک شمشیر کھلا سر اُتے پوس تاں سے تیکے ہُو
ساہورے گُڑیئے اپنے وچھاں باہو سدا نال رہنا پیکے ہُو

۱۔ دردمنداں دعشق کے دھوئیں پیدا ہو کر آتش عشق کا ثبوت اور
نشاندہی کر رہے ہیں)

http://www.apnaorg.com

لیکن ڈر کے مارے کوئی اِس آگ کے نزدیک آکر اپنے آپ کو نہیں تاپتا۔

۲۔ اِن عاشقانِ الٰہی کے دُھوئیں بھی تیز تپش رکھتے ہیں، کوئی محرمِ رازِ الٰہی ہو تو وہ اپنے دِل کو تاپ کر فیضیاب ہو۔

۳۔ (حضرت عشق) ننگی تلوار سونت کر عاشقانِ الٰہی کے سر پہ کھڑا ہے خدا کرے اِسے رحم آوے تاکہ یہ تلوار یہ بھر نیام میں کرے۔

۴۔ اے باہو اے درویش عروسہ رنگنے میکے دُنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا اِس نے عاقبت کے اپنے سُسرال کو بھی ضرور جانا ہے۔

دِل تے دفتر وحدت والا

دل تے دفتر وحدت والا دائم کریں مطالیہ ہُو
ساری عمراں پڑھدیاں گزری جہلاں دے وِچ جالیا ہُو
اِکو اسم اللہ دا رکھیں ایہو سبق کمالیا ہُو
دوہیں جہان غلام تنہاں دے جیں دل سنبھالیا ہُو

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ دِل تو وحدت کی کتاب ہے جس کا مطالعہ ہمیشہ کرتے رہنا چاہیئے یعنی دِل ایک ایسی کتاب ہے جس میں خدا کا ذکر

ملتا ہے۔ خدا آباد ہے لہٰذا اس کتاب کا مطالعہ ہمیشہ کرتے رہنا چاہیئے۔ ساری عمر پڑھنے پڑھانے میں گزر گئی مگر پھر بھی کیفیت یہ ہے کہ کچھ علم نہیں۔ تیسرے مصرعے میں تاکید کرتے ہیں کہ ایک اللہ کا نام یاد رکھنا اگر یہ یاد ہوگیا تو سمجھو کہ سب کچھ حاصل ہوگیا۔ جو لوگ اپنے دل میں اللہ کو بسا لیتے ہیں اور پھر اس کی محبت اور یاد میں زندگی گزار دیتے ہیں ان کی غلامی میں دونوں جہان آجاتے ہیں یعنی وہ دونوں جہان کے مالک بن جاتے ہیں۔

دِل دریا سمندروں ڈونگھا

دل دریا سمندروں ڈونگھا غوطہ مار غواصی ہُو
جَیں دریا وچ نوش نہ کیتا رہی جان پیاسی ہُو
ہر دم نال اللہ دے رکھن ذکر فکر دے آسی ہُو
اس مرشد تھیں زن بہتر جو پھند فریب لباسی ہُو

ترجمہ: دل ایک ایسا دریا ہے جس کی گہرائی سمندر سے بھی زیادہ ہے جس کی تہہ تک پہنچنے کے لیے غوطہ خوری میں مہارت کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا مشورہ دیتے ہیں کہ دل کی گہرائیوں میں اتر کر غوطہ لگا کر راز جاننے

http://www.apnaorg.com

کی کوشش کرو۔ اور اگر کوئی دریا میں اُتر کر بھی پانی نہیں پیتا اس کی روح پیاسی ہی رہتی ہے۔ اللہ کا ذکر کرنے والے اور اس کی کائنات میں غور و فکر کرنے والوں کی ہر آس اللہ ہی سے منسوب ہوتی ہے اور ان کی زبان پر ہر وقت اللہ کا نام رہتا ہے۔ آخری مصرعے میں دھوکہ باز مرشد کا موازنہ عورت سے کرتے ہیں جو پھند فریب سے مردوں کو پھانستی ہے اور نتیجتاً عورت کو اس مرشد سے بہتر قرار دیتے ہیں جو لوگوں کو جھوٹ فریب سے دھوکا دیتا ہے۔

دل دریا سمندروں ڈونگے

دل دریا سمندروں ڈونگے کون دِلاں دیاں جانے ہُو
وِچے بیڑے وِچے جھیڑے وِچے ونجھ مُھانے ہُو
چوداں طبق دلے دے اندر تنبو وانگن تانے ہُو
جو دل دا محرم ہووے سوئی رب پچھانے ہُو

ترجمہ:- دل جو ایک مٹھی کے برابر ہے اس کی وسعت اور گہرائی کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی وسعت اور گہرائی سمندر سے بھی

http://www.apnaorg.com

زیادہ ہے حالانکہ یہ ایک دریا ہے سمندر کی تہہ میں اُتر کر غواصی کی جا سکتی اور تہہ میں موجود خزانوں اور رازوں کا پتہ چلانا ممکن ہے مگر دل جو محض ایک دریا ہے بظاہر سمندر کے مقابلے میں بہت چھوٹا ہے مگر اپنی گیرائی اور گہرائی کی وجہ سے سمندر سے کہیں زیادہ ہے اس کی غواصی ممکن نہیں البتہ جو لوگ اپنے نفس کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں ان کے لیے یہ ممکن ہے ان کے لیے اس دریا میں اترنا کچھ مشکل نہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دل کے دریا میں جو طوفان اور بھنور اُٹھتے ہیں ان سے نمٹنے کے لیے بیڑے اور بانس (چپو) اس بیڑے کو چلانے کیلئے اس بیڑے کو لنگر انداز کرنے کیلئے رسہ اور کنڈا سب اس کے اندر موجود ہیں۔ جو یہ معلومات رکھتا ہے وہی اس دریا کی غواصی (غوطہ زنی) کر سکتا ہے۔ پھر تیسرے مصرعے میں دل کی وسعت اور گہرائی کو چودہ طبق سے تشبیہہ دیتے ہیں کہ دِل کے اندر چودہ طبق موجود ہیں جو شامیانے کی طرح تنے ہوئے ہیں۔ یعنی دِل کے پاس جو تصور کی طاقت اور دولت موجود ہے اس کی مدد سے وہ جہاں چاہے جا سکتا ہے لیکن یہ سب کچھ اس کے لیے جو معرفتِ نفس کی منزل تک پہنچا ہو اور معرفتِ نفس کی منزل ہی وہ مقام ہے جہاں سے انسان

http://www.apnaorg.com

معرفتِ الٰہی کی حدود میں داخل ہو کر دونوں جہانوں پر حکمرانی کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے من عرفہ نفسہٗ فقد عرفہ رب۔ یعنی جس نے خود کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ دِل کے دریا میں اترنا گویا خود پہچاننا ہے اور چودہ طبق کی سیر گویا رب کے جلووں سے فیض یاب ہونا ہے۔

دِل کالے توں مُنہ کالا چنگا

دِل کالے توں مُنہ کالا چنگا جے کوئی اس نوں جانے ہُو
مُنہ کالا دِل اچھا ہووے تاں دل یار پچھانے ہُو
ایہہ دل یار دے پچھے ہووے تاں یار وی کدی پچھانے ہُو
سے عالم چھوڑ مسیتاں نٹھے جد لگے نین ٹھکانے ہُو

سمجھنے والے کے لیے یہ بات بڑی پتے کی ہے کہ مُنہ کالا ہو تو کوئی بُرائی نہیں مگر دل کالا ہونا بہت بُری بات ہے۔ بدشکل ہونا کوئی عیب نہیں لیکن بغض و کینہ دِل میں رکھنا بہت بڑی بُرائی ہے۔ اگر عاشق یہ چاہے کہ محبوب اس کی قدر کرے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے

http://www.apnaorg.com

محبوب کی قدر دانی کی جائے اس کی خدمت کی جائے، اس کی رضا و رغبت کا خیال مقدم ہو تو تب کہیں یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ محبوب بھی التفات کی نگاہ ڈالے۔ مسجد میں ظاہری عبادت کی جاتی ہے لیکن جب کسی عالم کو معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور عشقِ الٰہی دل میں جا گزیں ہو جاتا ہے تو پھر وہ مسجد یعنی ظاہری عبادت چھوڑ کر دل ذکرِ خدا کرتے ہیں۔

دُنیا ڈھونڈن والے کُتّے

دُنیا ڈھونڈن والے کُتّے در در پھرن حیرانی ہُو
ہڈی اُتّے ہوڑ تنھاں دی لڑدیاں عمر وہانی ہُو
عقل دے کوتاہ سمجھ نہ جانن پیون لوڑن پانی ہُو
باجھوں ذکر رب دے باہُو کوڑی رام کہانی ہُو

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ طالبِ دنیا کی نشانیاں یہ ہیں کہ وہ لالچی، کمینہ اور مفاد پرست ہوتا ہے اور مثل کُتّے کے ہوتا ہے جو در در پھرتا ہے اور اپنے ساتھیوں سے معمولی چیزوں سے آپس میں لڑتے رہتے

http://www.apnaorg.com

بجلی وانگ کرے لشکارے سرڈے اُتوں جھوندی ہُو
حضرت عیسیٰؑ دی سِل وانگوں ویندیاں راہ کوہندی ہُو

ترجمہ : دنیا اپنی تمام تر آسائشوں اور آلائشوں کے ساتھ یا تو منافق کے ہیں جیسے ایک چھوٹی سی ہڈی کے لیے آپس میں گتھم گتھا ہو جاتے ہیں۔ یہ کمینے اور گھٹیا دُنیا دار بھی ساری عمر اسی طرح معمولی معمولی چیزوں کے لیے دست و گریبان رہتے ہیں یہ ناسمجھ اور نادان لوگ۔ لالچ میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس کا انجام کتنا عبرتناک ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ دُنیا ایک رام کہانی ہے۔ یہ جھوٹی کہانی اللہ کے ذکر سے سچی اور پاک ہو سکتی ہے اور جو لوگ اللہ کے ذکر سے دُور رہیں گے اور اس کی محبت کی بجائے دُنیا کی محبت کو دِل میں پالیں گے ان کے لیے حیرانی اور ویرانی کے سوا کچھ نہیں۔

دُنیا گھار منافق دے

دنیا گھار منافق دے یا گھر کافر دے سوہندی ہُو
نقش نگار کرے جیوں کردی عورت سوہنے منہ دی ہُو

گھر ملے گی یا کافر کے۔ دُنیا کو ایک ایسی عورت سے تشبیہہ دی ہے جو حسین ہونے کے ساتھ سنگار بھی کرتی ہے جو اس کے حُسن میں مزید اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ تیسرے مصرعے میں اسے آسمانی بجلی سے تشبیہہ دی ہے جو کوندتی ہوئی تیزی سے سر پر سے گزر جاتی ہے اور نگاہوں کو چکا چوند کر جاتی ہے۔ آخری مصرعے میں حضرت عیسیٰؑ کے زمانے کی اس سونے کی سِل جیسی کہا ہے جس پر کئی مُسافروں نے ایک دوسرے کو قتل کر دیا اور سِل کسی کے بھی ہاتھ نہ آئی یعنی دُنیا ایک ایسی حسینہ ہے جس کا حُسن اور دِلکشی لوگوں کو اپنی طرف موہ کر آپس میں لڑا دیتی ہے اور انجام کار سبھی خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں۔

دین تے دُنیا سکیاں بہناں

دین تے دُنیا سکیاں بھیناں تینوں عقل نہیں سمجھیندا ہُو
دونویں اِکس نکاح وچ آون تینوں شرح نہیں فرمیندا ہُو
جویں اگ تے پانی ٹھاں اِکے وچ واسا نہیں کریندا ہُو
دوہیں جہانیں مُٹھا باہو جیہڑا دعوے کوڑ کریندا ہُو

http://www.apnaorg.com

ترجمہ: عمومی خیال ہے کہ دین اور دُنیا دونوں الگ ہیں لیکن مسلمان کو اسلام نے یہ تصور دیا ہے کہ دین دُنیا سے الگ نہیں نہ ہی ان کو الگ کیا جا سکتا ہے لیکن جس طرح دو سگی بہنیں ایک ہی وقت میں کسی ایک شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں اسی طرح دین اور دنیا کو ایک ہی وقت میں ایک ساتھ لے کر نہیں چلا جا سکتا بلکہ دُنیا کے معاملات کو دین کی روشنی میں حل کرنا چاہیئے یوں یہ دونوں الگ الگ نہیں ہوں گے جس طرح آگ اور پانی ایک ساتھ ایک ہی جگہ نہیں رہ سکتے۔ یہ باتیں عقل نہیں سمجھا سکتی، کیونکہ دین اور شرع کی باتیں (بہت سی) عقل تسلیم نہیں کرتی۔

ذاتے نال نہ ذاتی رلیا

ذاتے نال نہ ذاتی رلیا سو کم ذات سڈیوے ہُو
نفس کُتے نوں بنھ کراہاں قیما قیم کچیوے ہُو
ذات صفاتوں مہنا آوے جد ذاتی شوق نہ پیوے ہُو
نام فقیر تنھاں دا باہُوؔ قبر جنہاں دی جیوے ہُو

http://www.apnaorg.com

ترجمہ: کوئی نیچ ذات آدمی کسی اعلیٰ ذات کے ساتھ بیٹھنے سے اعلیٰ نہیں ہو جاتا بلکہ کم ذات ہی رہتا ہے لیکن اصل مطلب یہ ہے کہ فرد کی ذات کا ذاتِ الٰہی میں گم یا فنا ہو جانا ہی معراجِ بشر ہے لیکن اگر اس سے محروم رہتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا ضمیر ہی ناقص ہے اور وہ اس مقام کا اہل ہی نہیں۔ نفسِ انسانی ایک کُتّے کی مانند لالچی اور کمینہ ہوتا ہے چاہیئے کہ اس کو باندھ کر اس کا قیمہ کر دیا جائے یعنی نفسِ امارہ کو مارنا بہت ضروری ہے ورنہ انسان دُنیا کو چھوڑ کر عشقِ حقیقی کو اختیار نہیں کر سکتا اور اگر عشقِ صادق نہ ہو تو پھر وصل ممکن نہیں بلکہ خواہشِ وصل بھی طعنہ بن جاتی ہے۔ آخری مصرعے میں فقیر کی قبر کے زندہ ہونے سے مُراد ہے کہ فقیر اصل میں زندہ ہی مرنے کے بعد ہوتا ہے یعنی اس کے مقام اور کرامات کا اندازہ ہی بعد میں ہوتا ہے۔

ذکر فکر سب ارے اُریرے

ذکر فکر سب ارے اُریرے جاں جان فدا نہ فانی ھُو

فدا فانی تنہاں نوں حاصل جو وسّن لامکانی ھُو

http://www.apnaorg.com

فنا فانی ہیں اوہی جنہاں چکھی عشق دی کانی ہُو
دوہیں جہانیں تہاں دے مُٹھے جنہاں یار نہ ملیا جانی ہُو

ترجمہ: اگر کوئی عاشق اپنے محبوب کے لیے اپنی جان کی قربانی نہیں دے سکتا تو اس کا ذکر فکر سب بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اللہ کی محبت میں فنا ہونے کی قوت اور سعادت صرف ان کو حاصل ہوتی ہے جو مکاں سے اپنا رشتہ توڑ کر لامکاں سے جوڑتے ہیں یعنی دُنیا کی نعمتوں سے منہ موڑ کر اللہ سے لو لگا لیتے ہیں۔ یہ جذبہ انہیں کے پاس ہوتا ہے جنہوں نے عشق کی تلخی چکھی ہو۔ عشق کی راہ میں آنے والی صعوبتوں کو برداشت کیا ہو اور شرابِ عشق سے سرشار ہوتے ہوں لیکن جن لوگوں کو محبوب کی قربت اور اس کا التفات میسر نہ آیا ہو ان کے لیے دونوں جہانوں میں کہیں بھی ٹھکانہ نہیں۔

ذکر کنوں کر فکر ہمیشہ

ذکر کنوں کر فکر ہمیشہ ایہہ تکھی تلوار دل ہُو
کڈھن آہیں، جان جلاون، فکر کرن اسرار دل ہُو

فکر دا چھٹیاں کوئی نہ جیوے ایہہ پٹے مڈھ پہاڑاں ہو
حق دا کلمہ آکھیں باہو بھیں تر دی ماردے ہو

ترجمہ: باہو فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اور کائنات میں غور و فکر دونوں کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے لیکن فکر کا مقام ذکر سے افضل تر ہے کیونکہ فکر بندے کو اللہ کے قریب تر کر کے معرفت عطا کرتا ہے اور عارف پُر اسرار کائنات منکشف ہوتے ہیں یہ پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑنے کی طاقت حاصل کر لیتا ہے اور حق سے واصل ہو کر نہ صرف کائنات کے راز دل سے پردہ کشائی کرتا ہے بلکہ حق کا پرچار برملا کرتا ہے کیونکہ وہ کائنات کی ہر شے میں ذرے ذرے میں حق کو جلوہ فرما دیکھتا ہے۔ یہاں فکر سے مراد غالباً ضمیر ہے اور باہو تلقین کرتے ہیں کہ اے باہو تو ہمیں حق بات کہنا اور اپنے ضمیر کو مطمئن رکھنا ورنہ ضمیر کی مار بہت بُری ہوتی ہے جسے سہنا بہت اذیت ناک ہے۔ انسان کا چین سکون چھن جاتا ہے۔ بھوک پیاس اُڑ جاتی ہے اور پچھتاوے کی آگ ہر دم دل و دماغ میں دہکتی رہتی ہے۔ تم اس سے بچنا

http://www.apnaorg.com

رات اندھیری کالی دے وچ

رات اندھیری کالی دے وچ عشق چراغ جلاندا ہُو
جیندی سِک کنوں دل نیوے توڑے نہیں آواز سنیندا ہُو
اوجھڑ جھل تے مانڈ بیلے دم دم خوف شینہاں دا ہُو
تھل جل جنگل گئے جھگیندے کامِل نینہ جنہاں دا ہُو

ترجمہ، رات اندھیری کالی سے مراد یہ دُنیا ہے جو آلائشوں اور گناہوں کی کثافت سے تاریک ہوگئی ہے اور جسے کسی بھی مصنوعی اور مادی روشنی سے روشن نہیں کیا جا سکتا، البتہ اس تاریکی کو صرف عشق کی مشعل ہی دُور کر سکتی ہے یعنی دُنیا جو ایک اندھیری کوٹھڑی یا گلی کی مانند ہے جس میں راستہ تلاش کرنے اور اس سے نکلنے کے لیے اللہ کی محبت کی شمع روشن کرنا ضروری ہے۔

دوسرے شعر میں اس دُنیا کو ایک گنجان جنگل سے تشبیہ دی ہے جس خوفناک درندے قدم قدم پر موجود ہیں اور ان کی آواز سے دل دہل جاتا ہے۔ سلطان باہُوؒ کا خیال ہے اس دُنیا

http://www.apnaorg.com

کے اندھیرے اور گھنے جنگل سے صرف وہی لوگ بے خوف و خطر اور سلامت گزرتے ہیں جن کا عشق کامل ہوتا ہے۔

راتیں خواب نہ اُنہاں ہرگز

راتیں خواب نہ اُنہاں ہرگز جیہڑے اللہ والے ہُو
باغیان دے بوٹے وانگوں طالب نت سنبھالے ہُو
نال نظارے رحمت والے کھڑے حضوروں پلے ہُو
نام فقیر تنہاں دا جو گھر بیٹھے یار دکھالے ہُو

ترجمہ: بہت خوبصورت بیت ہے اس میں اللہ والوں کا ذکر اور ان پر مرشدِ کامل کی عنایات کا بیان ہے۔ فرماتے ہیں کہ جو لوگ عشقِ الٰہی اپنے دِل میں پالتے ہیں اور اللہ سے لَو لگا لیتے ہیں پھر ان کی آنکھوں سے نیند اڑ جاتی ہے وہ ہر وقت اس کے ذکر فکر میں محو رہتے ہیں جس طرح مالی اپنے لگائے ہُوئے پودے کی حفاظت اور پرورش میں مگن رہتا ہے اسی طرح یہ لوگ اللہ کی محبت اور اس کی رضا کے حصول میں مست رہتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ رحمت کے نظارے لیتے ہیں اور حضوری پاتے ہیں۔ آخر میں

فقیر کی نشانی بتاتے ہیں کہ فقیر وہ ہے جو گھر بیٹھے یار کا دیدار کروائے۔

راتیں نین رت ہنجھو روون

راتیں نین رت ہنجھو روون دیہاں غمزہ غم دا ہُو
پڑھ توحید گیا تن اندر سکھ آرام نہ سمدا ہُو
سر سولی تے چاٹینگونیں ایہا راز پرم دا ہُو
سدّھا ہو کو ہوئیے باہُوؒ قطرہ رہے نہ غم دا ہُو

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی محبت کو اپنے دل میں پالتے ہیں پھر ان کا سُکھ آرام اور چین کی گہری نیند رخصت ہو جاتی ہیں راتیں عشقِ الٰہی (فرقت میں) روتے گزرتی ہیں اور غم کھانے اور سہنے میں گزر جاتا ہے۔ اللہ سے لو لگا کے پھر سولی پر چڑھ جانا ہی کمالِ عشق ہے۔ یہی عشق کا راز ہے اور اسی میں شان ہے کیونکہ توحید کا سبق پڑھنے والے دنیا سے بے نیاز ہو کر واصل اللہ ہونے کا متمنی رہتا ہے جس کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑتا ہے۔

آخر میں غم واندوہ سے نجات پانے کا طریقہ بتاتے ہیں کہ اگر

http://www.apnaorg.com

عاشقِ صادق بے خوف و خطر بلا جھجک اللہ کی راہ میں قربان (ذبح) ہونے کو تیار ہو جائے تو پھر اسے کوئی غم کوئی اندیشہ متزلزل نہیں کر سکتا۔ پریشانی اور تردد کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں۔

راہ فقر دا پرے پریرے

راہ فقر دا پرے پریرے اوڑک کوئی نہ دِستے ہُو
نہ اُتھ علم نہ پڑھن پڑھاون نہ اُتھ مسئلے قصّے ہُو
ایہ دُنیا ہے بت پرستی مت کوئی اِس تے وِسّے ہُو
موت فقیری جیں سِر آوے معلم تھیوے تِسّے ہُو

ترجمہ: فقیری کا راستہ انتہائی طویل ہے جس کا کوئی انجام اور اخیر نظر نہیں آتا اور اس کو جاننے اور اس پر چلنے کے لیے نہ مدرسے مکتب سے حاصل شدہ علم کام آتا ہے نہ ہی مسئلے مسائل مدد دے سکتے ہیں۔ یہ دُنیا محض بُت پرستی یہاں ظاہرداری کی پرستش کی جاتی ہے جو ناکام اعتبار ہے جس کی کوئی سند نہیں۔ ایک فقیر ان پر بھروسہ نہیں کر سکتا اگر وہ دُنیاوی علوم پر بھروسہ کرتا رہے تو گویا یہ فقیری کی موت

http://www.apnaorg.com

ہو گی کیونکہ فقر کا راستہ ایک الگ تھلگ راستہ ہے۔ یہ من کا راستہ ہے اللہ کا راستہ ہے یہ ظاہر کی بجائے باطن کا راستہ ہے جو بے نیاز دُنیا کر کے معرفت اور فقیری عطا کرتا ہے۔

راہ فقیر دا تد لاہیوسئیں

راہ فقر دا تد لاہیوسیں جد ہتھ پکڑ لیسیں کاسہ ہُو
تارک دُنیا تد دل تھیوسیں جد فقر ملیوسے خاصہ ہُو
دریا وحدت نوش کیتوسے اجاں بھی جی پیاسہ ہُو
راہ فقر رت ہنجو رووَن لوکاں بھانے ہاسہ ہُو

ترجمہ: فقر کا راستہ اس وقت ملتا ہے جب ہاتھ میں فقیری کا سہ پکڑا جائے اور تارک دُنیا (انسان) صرف اسی وقت ہو جاتا ہے جب فقیری خاصیت انسان میں پیدا ہوتی ہے۔ دریائے وحدت میں اُتر کر نوش کر کے بھی جی پیاسا ہی رہا۔ فقر کی راہ میں خون کے آنسو رونے پر لوگ فقیر کا مذاق اڑاتے ہیں' یعنی فقر کا مقام حاصل کرنے کے لیے اپنی ذات کو مٹا کر گدائی کرنا پڑتی ہے اور جب انسان اس مقام

http://www.apnaorg.com

پر پہنچ جاتا ہے تو بے نیاز دنیا ہو جاتا ہے۔ ہر جا ہر شے میں یار کے جلوے دیکھتا ہے تو دُنیا اور اس کی بھیڑ بھاڑ سے بھاگ کر گوشۂ تنہائی میں جا بیٹھتا ہے۔ ہر جا ہمہ وقت واصلِ حق رہتا ہے پھر بھی طلب نہیں مٹتی۔ راہ فقر کا متلاشی جب حال سے بے حال ہو جاتا ہے تو لوگ اسے دیوانہ سمجھ کر اس کا مذاق اڑاتے اور اسے پتھر مار کر خوش ہوتے ہیں۔

روزے، نفل، نمازاں، تقویٰ

روزے، نفل، نمازاں، تقویٰ سبھو کم حیرانی ہُو
انہیں گلیں رب حاصل ناہیں خود خوانی خود دانی ہُو
قدیم ہمیش جلیندا ملیو سو یار یار نہ جانی ہُو
وِرد وظیفے تھیں چھٹ رہی جد باہُو ہوسی فانی ہُو

ترجمہ: روزے، نفل، نمازیں اور تقویٰ سب ہی کام اپنے انجام پر حیرت کا سامان مہیا کرتے ہیں ان کاموں اور ان باتوں سے اللہ تعالیٰ نہیں ملتا بلکہ یہ تو خود کہہ کر خود ہی سننے والی بات ہوئی۔ تیسرے مصرعے میں دوست کی ایک قسم بیان کی گئی ہے کہ جو ہمیشہ جلانے

کی باتیں کرے وہ نہ تو دوست ہوتا ہے اور نہ ہی حبیب ہو سکتا یعنی جس کے ملنے سے دل کو سکون اور ٹھنڈک نہ ملے وہ نہ تو دوست ہو سکتا ہے اور نہ ہی محبوب ۔ آخری مصرعے میں منزلِ فنا پر پہنچنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ باہوؒ تمہارے یہ درود اور وظیفے اس وقت تک ہیں جب تک تم فنافی اللہ نہیں ہو جاتے اس کے بعد تو ان کی ضرورت رہتی ہے نہ ہوش ۔

رے رحمت اُس گھر وِچ وَسّے

رے رحمت اس گھر وچ وَسّے جتھے بلدے دیوے ہُو
عشق ہوائی چڑھ گئیں فلکیں کتھے جہاز گھیتوے ہُو
عقل فکر دی بیڑی نوں چا پہلے پور ٹھیڑیوے ہُو
ہر جا جانی وَسّے باہوؒ جت وَل نظر کچیوے ہُو

ترجمہ: پورے کا پورا بیت بہت خوبصورت اور بامعنی ہونے کے ساتھ ساتھ مربوط بھی ہے ۔ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں روشنی ہوتی ہے وہاں اللہ کی رحمت برستی ہے اور ہر سمت رونق و برکت نظر

http://www.apnaorg.com

آتی ہے۔ اگلے دو مصرعوں کا مطلب یہ ہے کہ عشق نے زمین آسمان کے درمیانی فاصلے کو ہوائی کی سی سُرعت سے یُوں طے کیا کہ عقل حیران رہ گئی اور اس کی تمام تر تدابیر دھری کی دھری رہ گئیں اور جہاز جو انسانی عقل کا ایک معجزہ تھا اور سفر کا بہترین ذریعہ تھا اس کی تو ضرورت اور اہمیت ہی ختم ہو گئی، اقبالؔ نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے ؎

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام   اِس جہانِ رنگ و بو بیکراں سمجھا تھا میں

یعنی عارف کی آنکھ تو جدھر اُٹھتی ہے سارے خالق حقیقی ہی کے جلوے دکھائی دیتے ہیں ہر شے میں محبوبِ حقیقی ہی آباد نظر آتا ہے، ایسے نظارے کیلئے عشق صادق شرط ہے۔

زاہد زہد کماندے تھکے

زاہد زُہد کماندے تھکے، روزے، نفل نمازاں ہُو
عاشق غرق ہوئے وچ وحدت نال محبت رازاں ہُو
مکھی قید شہد وچ ہوئی کی اُڈسی نال شہبازاں ہُو
جنہاں مجلس نال نبیؐ اوہ صاحب راز نیازاں ہُو

ترجمہ: اس بیت میں زاہد اور عاشق کا موازنہ کرتے ہُوئے عاشق

http://www.apnaorg.com

کی فوقیت کو ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ زاہد روزے رکھ کر نفل اور فرض نمازوں کی ادائیگی سے زہد و تقویٰ کمانے کی کوشش میں زندگی گزار دیتے ہیں جبکہ عاشق اللہ کی محبت میں اس کی ذات میں خود کو فنا کر کے واصل ہوتا ہے پھر زاہد کی مثال شہد کی اس مکھی سے دیتے ہیں جو شہد میں پھنس کر اُڑ نہیں پاتی اسی طرح زاہد اپنی ظاہری عبادتوں میں الجھا رہتا ہے یعنی ذکر میں محو رہتا ہے اور فکر کی طرف توجہ نہیں دیتا جو معرفت کا راستہ ہے اور عاشق کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو نبیؐ کی مجلس میں رہے یعنی ان کے ساتھ رہے اور صاحب راز و نیاز کہلائے' یعنی چاہنے والے کہلائے۔

زبانی ہر کوئی پڑھدا

زبانی ہر کوئی پڑھدا، دِل دا کلمہ کوئی ہُو
جتھے کلمہ دل دا پڑھیئے، ملے زبان نہ ڈھوئی ہُو
دِل دا کلمہ عارف پڑھدے جانے کیا گلوئی ہُو
کلمہ مینوں پیر پڑھایا، سدا سہاگن ہوئی ہُو

http://www.apnaorg.com

ترجمہ : زبانی کلمہ تو ہر کوئی پڑھ لیتا ہے مگر دل میں کلمہ کا ورد کوئی کوئی کرتا ہے یعنی ذکر کی طرف تو ہر کوئی توجہ دیتا ہے مگر فکر ہر کوئی نہیں کرتا ۔ پھر فرماتے ہیں کہ دل کا کلمہ صرف عارف پڑھتا ہے جو معرفتِ الٰہی کا علمبردار ہوتا ہے ۔ اس کا دل ہر وقت ذکر اور فکر میں محو رہتا ہے اور کائنات کے ذرّے ذرّے میں جلوۂ حق کا نظارہ کرے لطف و کرم سے فیض یاب ہوتا ہے ۔ یہ عام دنیادار باتونی لوگ جو ہر وقت زبان کی کمائی کھاتے ہیں وہ اس مقام اور دل کے ورد کو کیا سمجھیں گے ۔ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کا دل ورد کرتا ہے وہ زبان کا سہارا نہیں لیتے انہیں زبان یا زبان سے الفاظ کی ادائیگی کی ضرورت نہیں ۔ آخر میں بتاتے ہیں کہ میرے مرشد نے مجھے جب سے کلمہ پڑھایا ہے میں سہاگن ہو گئی ہوں ۔ میرا تعلق براہ راست اللہ سے قائم ہو گیا ہے اور میں ہر غم سے آزاد ہو گئی ہوں ۔

http://www.apnaorg.com

سبق صفاتی سوئی پڑھدے

سبق صفاتی سوئی پڑھدے جو مت ہے نیں ذاتی ہُو
علموں علم ایہناں نوں ہویا اصلی تے اثباتی ہُو
نال محبت نفس کہڑنے قضا دی کاتی ہُو
بہرہ خاص انہاں نوں جنہاں لدھا آب حیاتی ہُو

ترجمہ : توحید کا سبق وہی پڑھتے ہیں جو اپنے آپ کو توحید یعنی ذاتِ الٰہی میں گُم کر دیتے ہیں اور انہی لوگوں کے عمل نیک اور مثبت ہو سکتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ علم کے دروازے کھولتا ہے اور انہیں کو کشف کی طاقت بھی عطا کرتا ہے یہ لوگ اپنے نفسِ امارہ کو اللہ کی محبت میں مار دیتے ہیں اور پھر اللہ کے ہاں خاص مقام حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ عشقِ الٰہی میں سرشار ہو کر فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں اور اس طرح حیاتِ جاوداں ان کو ملتی ہے۔ یہ بظاہر تو مر جاتے ہیں۔ وجودی طور پر تو ان کو موت آتی ہے مگر روحانی طور پر یہ لافانی ہو جاتے ہیں۔

http://www.apnaorg.com

سُن فریاد پیراں دیاں پیرا

سُن فریاد پیراں دیا پیرا آکھ سُناواں کہنوں ہُو
تیں جیہا میں نوں ہور نہ کوئی میں جیہیاں لکھاں تینوں ہُو
پھول نہ کاغذ بدیاں والے دروں دھک نہ مینوں ہُو
میں وچ ایڈ گناہ نہ ہُندے تو بخشندا کینوں ہُو

ترجمہ: پیر عبدالقادر جیلانیؒ کو پکارتے ہوئے باہو فرماتے ہیں کہ اے پیروں کے پیر یعنی پیرِ کامل میری فریاد سُنو میری مدد کو پہنچو آپ کے سوا میرا کون ہے جس کو میں اپنی بپتا سناؤں۔ مجھے تسلیم کہ میرے جیسی چاہنے والی لاکھوں تجھے مل جائیں گی لیکن تیرے جیسا مرشد تو مجھے نہیں ملے گا۔ میں تیرے حضور نذرانے کے لیے بھی کچھ پیش کرنے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ میں بہت گنہگار سیہ کار ہوں لیکن مجھے اس گنہگاری پر بھی ناز ہے اس لیے اگر میں گنہگار نہ ہوتی تو پھر تو معاف کس کو کرتا، لہٰذا تو مجھے اپنے در سے نہ دھتکار کر مجھے ان فیوض سے محروم نہ کرنا جو تیرے در سے وابستہ ہیں۔

http://www.apnaorg.com

سُن فریاد پیراں دیا پیرا

سُن فریاد پیراں دیا پیرا عرض سُنیں کَن دَھر کے ہُو
بیڑا اَڑیا وِچ کپراں دے جتھے مچھ نہ بہندے ڈر کے ہُو
شاہ جیلانی محبوب سبحانی خبر لیو جھٹ کر کے ہُو
پیر جہناں دا میراں اوہی کدیں لگدے تر کے ہُو

ترجمہ: اس بیت میں بھی اپنے پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو پکارتے ہوئے باہُوؒ کہتے ہیں اے شاہ پیراں میری درخواست غور سے سُن میری کشتی موجوں میں گھر گئی ہے اور گھری بھی ایسی جگہ ہے جہاں مگرمچھ بھی جاتے ہوئے گھبراتے ہیں یعنی میں بہت مشکل میں ہوں اور آپ کی مدد کے بغیر اس بھنور اور موجوں کے طوفان سے نکلنا ممکن نہیں لہذا میری فوراً خبر لیجئے اور مدد کو پہنچئے ایسے طوفانوں سے انہیں کی کشتیاں کنارے لگتی ہیں جن کی پشت پر آپ جیسے مرشد کامل کا ہاتھ ہو۔

اس بیت میں باہُوؒ کی اپنے مرشد سے محبت و عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز جن پر مُرشد کی نظر ہو ان کی بیڑیاں گھرے طوفان میں بھی محفوظ رہتی ہیں۔

http://www.apnaorg.com

سوز کنوں تن سڑیا سارا

سوز کنوں تن سڑیا سارا دُکھاں ڈیرے لاتے ہُو
کوئل وانگ کوکیندی وناں وچن بِن اضائعے ہُو
بول پپیہا رُت ساون آئی متاں مولا مینہ وسائے ہُو
ثابت صدق نے قدم اگوہاں یہ گل یار ملاتے ہُو

ترجمہ: اندر کے درد اور عشق کی تپش نے جسم کو جلا ڈالا ہے اور دکھوں نے گھیرا ہُوا ہے۔ اے میرے مولا اب ایسی بارش برسا دے جس سے کوئل اور پپیہا جیسے سوختہ دل عاشق بھی سکون پا جاتے ہیں یعنی اے میرے مولا! رحمت کی نظر سے میرے دُکھوں کا مداوا کر دے اور میرے بے چین روح کو سکون عطا کر دے۔

آخر میں فرماتے ہیں کہ جن عاشقوں کا عشق صادق ہوتا ہے وہ پھر اس پُرخطر راستے پر قدم آگے ہی آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے بڑھتے ہُوئے قدموں کو روکنا ممکن نہیں ہوتا اور انجام کار وہ وصلِ یار کی لذت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔ قدم آگے بڑھانے کی ترغیب دینا باہُوؒ کا خاص انداز ہے۔

http://www.apnaorg.com

نتّے روزے نتّے نفل نمازاں

نتّے روزے نتّے نفل نمازاں نتّے سجدے کر تھکے ہُو
مکّے حج گئے نے واری، دِل دی دَوڑ نہ مکّے ہُو
چلّے چلیے جنگل بھَونا، اس گل ناں پکّے حقیقتی ہُو
سب مطلب ہو جاندے حاصل، پیر اک نظر تکے ہُو

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ظاہری عبادتوں سے خدا حاصل نہیں ہوتا ہم نے تو سینکڑوں روزے رکھ کر دیکھا، سینکڑوں نمازیں ادا کیں سجدوں میں دیر دیر تک گر کر دیکھا حتیٰ کہ حج کے لیے مکے تک کا دور دراز کا سفر بھی کر دیکھا مگر مقصد حاصل نہ ہوا پھر جنگلوں ویرانوں میں بسیرے کئے اور چلّے کاٹے مگر مقصد پھر بھی حاصل نہ ہُوا۔

انجام کار یہ عقدہ کھُلا کہ خدا تک رسائی کے لیے کسی مرشد کا دامن تھامنا ضروری ہے۔ صدقِ دِل سے مرشد سے محبت اور اس کی کی رضا حاصل کیے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں اور جب مرشد کی اِک نگاہِ التفات عقیدتمند پر پڑتی ہے تو تمام مقصد حاصل ہو جاتے ہیں۔ گویا اللہ تک رسائی کا وسیلہ بھی مرشدِ کامل ہے۔

http://www.apnaorg.com

سینے وچ مقام ہے کیہندا

سینے وچ مقام ہے کیہندا مُرشد گل سمجھائی ہُو
ایہو ساہ جو آوے جاوے ہور نہیں شے کائی ہُو
اس نوں اسم الاعظم آکھن ایہو سرِ الٰہی ہُو
ایہو موت حیاتی باہُو ایہو بھیت الٰہی ہُو

ترجمہ: میرے مرشد نے یہ راز مجھے بتایا ہے کہ سینے کے اندر کون رہتا ہے۔ ان کا کہنا ہے یہ سانس ہی ہے جس کے آنے جانے کا تسلسل جاری ہے۔ اصل میں سانس کا یہ تسلسل ہی اسم الاعظم ہے اور یہی وہ اسرارِ الٰہی ہیں جن سے عام آدمی بے خبر رہتا ہے۔ موت بھی اس سانس کے نکل جانے کا نام ہے اور زندگی اس کے اندر لے جانے کا نام ہے۔

اس بیت میں باہُو نے نہایت فکر انگیز انقلابی اور حیرت انگیز مضمون پیش کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اعلیٰ ترین روحانی اقدار کا انحصار بھی سانس کے اس مادی عمل پر ہے۔

http://www.apnaorg.com

شرع دے دروازے اُچے

شرع دے دروازے اُچے راہ فقر دی موری ہُو
عالم فاضل دین نہ لنگھن جو لنگھے سو چوری ہُو
پُٹ پُٹ اِٹاں وَٹے مارن درد منداں دی کھوری ہُو
راز ماہی دا جانن عاشق، کیہہ جانے لوک اتھوری ہُو

ترجمہ: شرع کے اونچے دروازوں سے مراد اعلیٰ مرتبہ بلند مقام والے مفتی اور قاضی صاحبان۔ فقر کی موری سے مراد عاجز اور درویش لوگ۔ پرانے شہروں میں لوگوں کی گزرگاہ کے طور پر شہر پناہ میں اونچے اونچے دروازے ہوتے تھے اور پانی کے نکاس کے لیے موری بھی بنائی جاتی تھی جس میں سے خاکروب گزر سکتے تھے۔ باہُو نے یہ خیال یہیں سے لیا۔ آپؒ کا کہنا ہے کہ عالم فاضل اور دین کے بڑے بڑے عہدوں پر بیٹھنے والے اس موری سے نہیں گزرتے بلکہ اس میں سے صرف عاجز لوگ ہی گزرتے ہیں جو چوری چوری شہر فقر و معرفت میں داخل ہوتے ہیں، دردمندوں کے دشمن یہاں سے گزرنے والوں کو اینٹیں پتھر مارتے ہیں۔ بھلا یہ ناشائستہ و غیر مہذب لوگ

http://www.apnaorg.com

کیا جانیں کیونکہ محبوبِ حقیقی کے عشق کا راز تو صرف عاشق ہی جان سکتا ہے اور اس موری سے گزرنے والے عاشق ہی ہوتے ہیں۔

شور شہر تے رحمت وَسّے

شور شہر تے رحمت وَسّے جتھاں باہو جالے ہُو
باغبان دے بُوٹے وانگوں طالب نت سنبھالے ہُو
نال نظارے رحمت والے کھڑا حضوروں پالے ہُو
نام فقیر تنھاں دا جو گھر بیٹھے یار دکھالے ہُو

ترجمہ: باہوؒ اپنے شہر شورکوٹ یا شور شہر کے لیے اپنے دل میں بڑی محبت رکھتے ہیں کہ اس شہر پر جہاں باہو رہتے ہیں اللہ کی رحمتیں برستی ہیں۔ دوسرے مصرعے میں اپنے شہر کو ایک نو کاشتہ پودے سے تشبیہ دیتے ہوئے اس کے لیے رحمت اور حفاظت کی دُعا کرتے ہیں۔ تیسرے مصرعے میں فرماتے ہیں کہ اس شہر میں رحمتِ الٰہی کے نظارے دکھائی دیتے ہیں اور آخر میں کہتے ہیں کہ فقیر کی تعریف اور شناخت یہ ہے کہ وہ اپنے مقام پر رہتے بیٹھے یار کے جلوے دیکھے اور دکھائے اور اپنے عقیدتمندوں کو بغیر عبادات کی مشقت

http://www.apnaorg.com

کے کشف کی دولت سے نوازے۔ وہ خود بھی ایسے ہی فقیر تھے۔

صفت ثنائیں مُول نہ پڑھدے

صفت ثنائیں مُول نہ پڑھدے جو بُھتے وچ ذاتی ہُو
علم عمل انہاں وچ ہووے اصلی ستے اثباتی ہُو
نال محبت نفس کُٹھوئیں گھن رضا دی کاتی ہُو
چوداں طبق دے وچ باہُو پا اندرونی جھاتی ہُو

ترجمہ: جو لوگ عشقِ اللہ میں غرق ہو کر اپنے آپ سے بے نیاز ہو جاتے ہیں وہ ظاہری عبادت کے بھی محتاج نہیں رہتے کیونکہ ان کے جسم کا ایک ایک مُو ذکر و فکر میں مصروف رہتا ہے۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جن کا علم اور عمل خالص اور مثبت ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی محبت میں اس کی رضا کے حصول کے لیے اپنے نفس کو ذبح کر ڈالتے ہیں سار دیتے ہیں۔
آخری مصرعے میں خود کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اے باہُوؒ! تو اپنے اندر جھانک کر دیکھ تیرے دل میں تو پوری کائنات اپنی تمام تر گیرائی اور گہرائی کے ساتھ موجود ہے یعنی جو کچھ حاصل کرنا ہے اپنے اندر سے حاصل کر اور جسے تو تلاش کر رہا ہے وہ تو تیرے دل میں آباد ہے۔

http://www.apnaorg.com

صورت نفس امارے دی

صورت نفس امارے دی کوئی کتا گلر کالا ہُو
کُھتی سکتی کھاندا ناہیں منگے چرب نوالا ہُو
کھبے پاسوں اندر بیٹھا دل دے نال سنبھالا ہُو
ایہ بدبخت ہنے کُجھا باہُو اللہ کرسی ٹالا ہُو

ترجمہ: نفس امارہ جو انسان کو خواہشات کی تکمیل کے لیے ہر دم اُکساتا رہتا ہے باہُو ہر قدم پر اسے قابو کرنے یعنی مارنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ اس بیت میں آپ نے اسے کالے کتے کے اس بچے سے تشبیہہ دی ہے جس کی بھوک پیاس کھانے پینے کے باوجود کبھی ختم نہیں ہوتی اور جو روکھی سوکھی نہیں بلکہ اچھی اور تر چیزیں مانگتا ہے۔ تیسرے مصرعے میں اس کا محل وقوع بیان کرتے ہیں کہ یہ دل کے ساتھ بائیں طرف بیٹھا رہتا ہے اور دل کو اکساتا رہتا ہے اور اس سے جائز ناجائز کام کرواتا رہتا ہے۔ اوامر و نواہی کی تمیز ختم کروا دیتا ہے کیونکہ بہت بدبخت ہے اور خواہشات کی بھوک کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ اس سے اپنی امان میں رکھے اور اس کے داؤ پیچ سے بچائے۔

http://www.apnaorg.com

ضا د ضروری نفس کُتّے نوں

ضا د ضروری نفس کُتّے نوں قیماقیم کچیوے ہُو
نال محبت ذکر اللہ دا دم دم پیا پڑھیوے ہُو
ذکر کنوں رب حاصل تھیندا ذاتوں ذات دسیوے ہُو
دوہیں جہاناں غلام تنہاں دے جنہاں ذات لبھیوے ہُو

ترجمہ: نفس کے کتے کو سمجھانا بہت ضروری ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے کے لیے اس سے محبت کرنا ضروری ہے کیونکہ محبت ہوگی تو ہر وقت اس کا ذکر ہوگا۔ اللہ تو ہر انسان کے دل میں اس کی شہ رگ کے قریب رہتا بستا ہے اور ذکر سے حاصل ہوتا ملتا ہے۔ اور جن لوگوں کو ذات الٰہی کا قرب اور معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ دونوں جہان ان کی غلامی میں آجاتے ہیں۔ ہر شئے ان کی رضا کے تابع ہو جاتی ہے۔

یعنی نفس کو زنجیر ڈالنے کے بعد اللہ سے محبت اور اس کا ذکر کرنے سے اس کی معرفت ہوتی ہے۔ اور معرفت پانے والے دونوں جہانوں کو زیرِ نگیں کر لیتے ہیں۔

http://www.apnaorg.com

طالب بن کے طالب ہوویں

طالب بن کے طالب ہوویں اوسے نوں پیا گانویں ہُو
ڈ سچے ہادی دا پھڑ کے او ہو توں ہو جانویں ہُو
کلمے دا تو ذکر کماویں کلمے نال نہاویں ہُو
اللہ تینوں پاک کرے جے ذاتی اسم کماویں ہُو

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ اگر عشق حقیقی کے طالب بننے کا دعویٰ ہے جو سچے طالب بننا اور ثابت قدم رہنا اور خود کو فراموش کر کے اسی کی محبت کے گیت گانا۔ سچے ہادی کا دامن پکڑ کر خود کو بھول جانا اور اسی کے نام سے پکارا جانا۔ کلمے کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالو اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھال لو کہ تم خود عین محبوب بن جاؤ۔

آخر میں دعا کرتے ہیں کہ اگر تم ذاتِ محبوب میں خود کو فنا کرلو تو اللہ تمہیں ہر خامی اور ہر عیب سے پاک کر دے۔

مختصر یہ کہ عاشق اور طالب کا ذاتِ مرشد یا اللہ میں غرق ہونا شرط ہے۔ تبھی تو وہ اس جیسا ہو گا۔ تبھی تو اس کے نام سے پکارا جائے گا۔ تبھی تو اللہ کی رحمتوں سے فیضیاب ہو گا۔

http://www.apnaorg.com

طالب غوث الاعظم والے

طالب غوث الاعظم والے کدے نہ ہوون ماندے ہُو
جیں دے اندر عشق دی رتی رہن سدا کرلاندے ہُو
جنہوں شوق ملن دا ہووے لے خوشیاں نت آندے ہُو
دوہیں جہاناں نصیب تنہاں جو ذاتی اسم کماندے ہُو

ترجمہ: حضرت غوث الاعظم کو ماننے اور چاہنے والے کبھی پریشان نہیں ہو سکتے، ہاں البتہ جس کے دل میں عشق کا ذرا سا مادہ بھی ہو وہ آہیں بھرتا اور اشک ریزی ہی کرتا رہتا ہے۔ جن کو محبوب سے ملنے کا شوق ہوتا ہے ان کے لیے محبوب ہنت خوشیوں کا سامان مہیا کرتا رہتا ہے، یعنی عشق میں نئی نئی منزلیں آتی رہتی ہیں اور محبوب ہر مرتبہ نئے انداز، نئے رنگ میں جلوہ نما ہوتا رہتا ہے اور عاشق محبوب کے نت نئے روپ سے محظوظ ہوتا رہتا ہے، مگر جو عاشق اپنی ذات کو محبوب کی ذات میں گم کر دیتا ہے وہ بہت خوش نصیب ہوتا ہے اور وہی نام کماتا ہے یعنی ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جاتا ہے۔

http://www.apnaorg.com

ظاہر دیکھاں جانی تائیں

ظاہر دیکھا جانی تائیں نالے اندر سینے ہُو
برہوں ماری میں پھراں تے ہسن لوک نبینے ہُو
دل دے وِچوں میں شوہ پایا، لوکیں جان مدینے ہُو
کہے فقیر میراں دا باہُوؒ اندر دلاں وِچ خزینے ہُو

ترجمہ: محبوب صرف ظاہراً ہی نظر آتا بلکہ باطن میں بھی دکھائی دیتا ہے یعنی جب عاشق اپنی ذات کو محبوب کی ذات میں گم کر دیتا ہے تو پھر اسے ہر جا، ہر وقت، کھلی آنکھوں اور بند آنکھوں ہر رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔ میں فراق کی ماری در در محبوب کی تلاش میں سرگرداں پریشان حال اور خستہ جان ہوں اور لوگ جو باطن کی آنکھ نہیں رکھتے میری اس حالتِ زار پر ہنستے ہیں۔ تیسرے مصرعے میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے جسے حاصل کرنے کے لیے لوگ مدینے جیسا دُور دراز کا سفر طے کرتے ہیں۔ میں نے اپنے ہی دل میں پالیا یعنی خدا کو پانے کے لیے دِل میں اس کا محبت کا بوٹا لگانا پڑتا ہے۔ باہُوؒ جو میراں کا فقیر اور عاشق ہے کہتے ہیں دِل کے اندر ہی خزانے چھپے ہیں ڈھونڈنا شرط ہے۔

عاشقاں ہکّو وضو جو کیتا

عاشقاں ہکّو وضو جو کیتا روز قیامت تائیں ہُو
وچ نماز رکوع سجودے سجھ صبائیں ہُو
ایتھے اوتھے دوئیں جہائیں سبھ فقیر دیاں جائیں ہُو
عرشاں توں نیلے منزل اگے پیا لکھ تنائیں ہُو

ترجمہ: عاشق جو ایک وضو کرتے ہیں جو پھر قیامت تک وہ قائم رہتا ہے یعنی ایک مرتبہ جب وہ دُنیا کو چھوڑ کر اللہ سے لَو لگا لیتے ہیں تو تمام عمر بے نیازِ دُنیا ہو جاتے ہیں جس طرح نماز کے لیے وضو کرنے والا وضو سے نماز کے اختتام تک دُنیا کے معاملات چھوڑ دیتا ہے اسی طرح عاشق کو نماز رکوع اور سجدے میں ہر حالت میں صرف محبوب یاد رہتا ہے وہی نظر آتا ہے۔ فقیر کے لیے تمام مقامات یہاں کیا اور وہاں کیا دونوں جہان اسی کے پاس ہیں اس کے لیے کوئی مخصوص جگہ نہیں ہے بلکہ عاشق یا فقیر تو عرش سے بھی سو منزل آگے ہی قدم رکھتا ہے۔ یعنی عاشق جب عشق کی بیڑی میں قدم رکھتا ہے

http://www.apnaorg.com

تو کسی اور بیڑی سے اس کا تعلق نہیں رہتا۔ دوسری بات یہ کہ فقیر یا عاشق خدا زمین و آسمان میں جہاں چاہے رہ سکتا ہے۔ وہ تو عرش سے بھی آگے جا سکتا ہے۔

عاشق پڑھن نماز پرم دی

عاشق پڑھن نماز پرم دی جیں وچ حرف نہ کوئی ھُو
جیہا کیہا نیت نہ سکے اُتھ دردمند دل ڈھوئی ھُو
اکھاں نیر تے خون جگر دا وضو پاک سزوئی ھُو
جیبھ نہ ملے ہونٹھ نہ پھڑکن خاص نمازی سوئی ھُو

ترجمہ: عاشق لوگ تو محبت کی نماز پڑھتے ہیں جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی اور نہ ہی تنقید کی جا سکتی ہے اور محبت کی نماز ہر کوئی نہیں ادا کر سکتا بلکہ صرف دلِ دردمند رکھنے والوں ہی کا خاصہ ہے۔ جو لوگ دردمند دل رکھتے ہیں وہی عاشق کہلاتے ہیں۔ آنکھوں سے بہنے والے آنسو اور جگر کے خون سے ان کا وضو ہوتا ہے یعنی محبت میں جب جگر خون ہو کر بہتا ہے اور فراق میں باطنی تڑپ سے

http://www.apnaorg.com

آنکھوں سے دِل کا درد آنسو بن کر ٹپکتا ہے جو ان کو پاک کر دیتا ہے اور پھر عشق کی نمازیوں ادا ہوتی ہے کہ نہ تو زبان مُنہ کے اندر حرکت کرتی ہے اور نہ ہونٹ ہلتے ہیں بلکہ دل ذکر میں مصروف ہوتا ہے۔ اصل نمازیہی لوگ ہیں جو ظاہری طور پر خاموش نظر آتے ہیں اور ظاہری عبادت سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

عاشق دا دِل موم برابر

عاشق دا دل موم برابر معشوقاں دِل کاہلی ہُو
طُعمہ دے کے تُرتُر تکے جیوں باذاں دے چالی ہُو
باز وچارہ کیونکر اُڈے پیریں پئے دوالے ہُو
جِیّں دل عشق خرید نہ کیتا گیا جہانوں خالی ہُو

ترجمہ، عاشق کا دِل تو محبت کی تپش سے موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے جو کسی کا دُکھ تکلیف دیکھ کر بھی تڑپ اُٹھتا ہے لیکن محبوب کے دِل پتھر کی طرح سخت ہوتے ہیں جو عاشق کی حالتِ زار، بے چینی و بے قراری، آہوں آنسوؤں کسی شئے سے نہیں پگھلتا

http://www.apnaorg.com

وہ تو عاشقوں کو اس طرح تڑپاتے ہیں اپنے جلووں، عشووں اور غمزوں سے جیسے کوئی کسی جانور کو کھانے کی چیز دکھائے وہ لالچی نظر سے اسے دیکھے مگر حاصل نہ کر سکے۔ اب عاشق بے چارہ جو دراصل باز (شاہین) کی صفات کا مالک ہے اڑان اداؤں سے فیضیاب نہیں ہو پاتا۔ کیونکہ اس کے پاؤں میں محبت کی بیڑیاں یا زنجیریں پڑی ہوئی ہیں جس کا تقاضائے اوّلین ادب و احترام ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ جو دل عشق کی دولت یا تپش سے محروم رہا وہ دونوں جہانوں میں بے نصیب اور تہی دامن رہا۔

عاشق سوئی حقیقی

عاشق سوئی حقیقی جیہڑا قتل معشوق دے منّے ہُو
عشق نہ چھوڑے مُکھ نہ موڑے بھانویں سَے تلواراں کھنّے ہُو
جِت وَل ویکھے راز ماہی دا لگّے اوسے بنّے ہُو
سچّا عشق حسینؓ علیؓ دا سِر دیوے راز نہ بھنّے ہُو

ترجمہ: عاشقِ صادق کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ محبوب کی طرف سے

ملنے والی ہر تکلیف کو انعام سمجھتا ہے حتٰی کہ اس کے ہاتھوں قتل ہونا یعنی مرنا بھی اس کے نزدیک سعادت ہے۔ محبوب یا لوگوں کی طرف سے تلوار کے سینکڑوں گھاؤ ہی کیوں نہ کھانے پڑیں وہ ہمت نہیں ہارتا اور نہ ہی اس کے عشق میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے جہاں اور جس شے میں اسے محبوب کا جلوہ نظر آتا ہے وہ ادھر ہی رجوع کر لیتا ہے گویا ہر لمحہ محبوب کے جلوؤں کا متلاشی رہتا ہے حسینؑ ابنِ علیؓ جیسا عشقِ صادق کس کا ہوگا کہ سر کٹوا دیا مگر حق سے منہ نہ موڑا۔ اگر باہُوؒ نے حسینؒ سے مراد منصور لی ہے تو بھی مطلب یہی ہوگا کہ منصور سُولی چڑھ گیا جان دے دی مگر وہ راز کسی سے نہ کہا جس نے اسے انا الحق کہنے پر مجبور کیا۔

عاشق شوہدے دِل کھڑایا

عاشق شوہدے دِل کھڑایا آپ وی نالے کھڑیا ہُو
کھڑیا کھڑیا وِلیا ناہیں سنگ مہوباں رلیا ہُو

عقل فکر دیا سب بھُل گئیاں عشقے نال جاں ملیا ھُو
مَیں قرباں تھناں تھئیں جَیں وِچ عشق جوانی چڑھیا ھُو

ترجمہ: عاشق غریب نے محبوب کو دِل کیا دیا کہ خود بھی ساتھ ہی چلا گیا۔ یعنی عشق میں حال سے بھی بے گانہ ہو گیا۔ اپنے اپنے آپ کو کھو کر دلی نہیں بنا بلکہ محبوبوں کے ساتھ مِل کر خود بھی وہی روپ دھار لیا۔ عقل و فکر کی حدود محدود ہوتی ہیں اور جہاں عقل کی حد ختم ہوتی ہے وہاں سے عشق کی حدود شروع ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے جب عشق کی حدود میں کوئی شخص داخل ہوگا تو عقل اور سوچ بچار کی قوت ختم ہو جائے گی۔ عاشق کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے۔ آخری مصرعے میں معراجِ عشق پر وہ عشق نہیں جس میں عاشق مبتلا ہوتا ہے بلکہ یہاں تو معاملہ ہی مختلف ہے۔ فرماتے ہیں مَیں اس مَرد کے قربان جاؤں جس میں عشق نے پرورش پائی اور اپنی تکمیل کی معراج کو پہنچا۔

http://www.apnaorg.com

عاشق عشق ماہی دے کولوں

عاشق عشق ماہی دے کولوں پھرن ہمیشہ کھیوے ہُو
جس جیندے جان ماہی نوں دتی دوہیں جہانیں جیوے ہُو
شمع چراغاں جنہاں دل روشن اوہ کیوں بالن دیوے ہُو
عقل فکر دی پہنچ نہ اوتھے فانی فہم کچیوے ہُو

ترجمہ: جو محبوبِ حقیقی کی محبت میں مبتلا ہوتے ہیں وہ پھر محبت یا عشق کے نشے میں سرشار رہتا ہے پھر اگر عاشق جیتے جی اپنے آپ کو محبوب کے حوالے کر دیتا ہے یعنی اس کی رضامندی ہمزبان ہو جاتا ہے۔ صلے میں اس کو دونوں جہانوں میں ابدی زندگی میں ہوتی ہے جن کے دلوں میں عشق کے چراغ روشن ہوتے ہیں انہیں پھر چراغ جلانے کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ جب اندر روشن ہو جاتے تو پھر باہر کے اندھیرے خود بخود ختم ہو جاتے ہیں یہ وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر عقل و فکر کی تمامتر قوتیں اور صلاحیتیں دم توڑ دیتی ہیں اور اگر کوئی سوچ بچار سے اس مقام ارفع کے بارے میں کچھ کہتا بھی ہے تو

http://www.apnaorg.com

محض قیاس آرائی ہے کیونکہ عشق معرفتِ الٰہی عطا کرتا ہے اور عارف عقل و فکر کا محتاج نہیں رہتا۔

عاشق عشق ماہی دے کولوں

عاشق عشق ماہی دے کولوں کدی نہ تھیون واندے ہُو
نیند حرام تنہاں تے جیہڑے ذاتی اِسم کماندے ہُو
ہک پل مُول آرام نہ آئے دن رات پھرن کرلاندے ہُو
جنہاں الف صحیح کر پڑھیا واہ نصیب تنہاں دے ہُو

ترجمہ: عاشق جب محبوبِ حقیقی کے عشق میں مبتلا ہو جائے تو پھر محروم نہیں رہتا۔ وہ دردمند دل کا مالک ہونے کے ساتھ روحانی قوتوں کا مالک بھی بن جاتا ہے ہاں البتہ جو لوگ خود اللہ جل شانہٗ کی ذات میں گم کر دیتے ہیں اور صرف اسی کے ذکر و فکر میں مخمور رہتے ہیں پھر انہیں نیند نہیں آتی۔ نیند تو مادیت کی نشانی ہے اور وہ لوگ روحانیت کی منزل پر ہوتے ہیں۔ وہ فراقِ محبوب میں دل لیاں کے ہاتھوں ہر وقت مضطرب رہتے ہیں اور پھر اس کیفیت

http://www.apnaorg.com

میں جو الف کو صحیح طور پر پڑھ لیتا ہے اُس کی خوش نصیبی کا کیا ٹھکانہ یعنی جو اللہ کی ذات کا عرفان کر لیتا ہے وہ بہت خوش قسمت ہے کہ اللہ کی معرفت حاصل کر کے عارف بننا یا کہلانا بہت کٹھن مرحلہ ہے۔

عاشق ہوتے عشق کما

عاشق ہونویں عشق کما دیں رکھیں وانگ پہاڑاں ہُو
سے سے بدیاں لکھ الامے جانیں باغ بہاراں ہُو
جاتُولی منصور دِتا جو واقف کل اسراراں ہُو
سجدیوں سر نہ چائیے توڑے کافر کہن ہزاراں ہُو

ترجمہ : اگر عاشق بننا چاہیے تو پھر پہاڑوں جیسا حوصلہ رکھنا ہوگا۔ لوگوں کی باتیں، طعنے، الزام اور گالیاں خندہ پیشانی سے برداشت کرنا ہوں گی اور انہی سے اپنی خوشیاں یوں وابستہ کرنا ہوں گی جیسے باغ میں پھولوں کی بہار سے دِل کی خوشی اور سرُور حاصل کیا جاتا ہے۔

دیکھو منصور جیسے واقف اسرارِ الٰہی کو لوگوں نے پھانسی چڑھا دیا

http://www.apnaorg.com

اگر عشق میں یہ مقام آجائے تو منصور کی طرح ہنستے ہنستے یہ بھی سہنا ہو گا۔
جب حبیب کی چوکھٹ پر سر رکھ دیں تو پھر خواہ لوگ کافری کا الزام ہی
کیوں نہ لگائیں سر نہیں اٹھاتے یعنی عشق میں تو بے سکونی، اضطراب
الزامات، طعنے حتیٰ کہ کافر تک کہلانا پڑے گا۔ زمانے کی دشمنی جھیلنی پڑے
اور یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔ اگر تجھے یہ سب کچھ منظور ہے اور اتنا حوصلہ
ہے تو پھر شوق سے میدانِ عشق میں قدم رکھ۔

عشق اساں نوں لسیاں جاتا

عشق اساں نوں لسیاں جاتا بیٹھا مار پتھلا ھُو
وچ جگر دے سنھ چا لائیس کیتیس کم اولا ھُو
جا اندر وڑ جھاتی پائیس ڈٹھا یار اکلا ھُو
باجھوں مرشد کامل باھُو ہوندی نہیں تسلا ھُو

ترجمہ: باھُو اس بیت میں عشق کو سراپا مجسم دیکھتے ہیں اور اپنے
ساتھ موازنہ کرتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ کمزور نہیں ہیں یعنی
عشق عاشق کو کمزور سمجھ کر اس کے سامنے دھرنا مار کر بیٹھ گیا اور اس

http://www.apnaorg.com

کے جگر میں سے راستہ بنا کر اندر داخل ہو گیا یہ کام اچھا نہیں کہ کسی کے در میں چوری سے بلا اجازت داخل عشق نے یہ کام بہت غلط کیا۔ اندر دل میں جھانک کر دیکھا تو اس نے محبوب کو اکیلا پایا اور اکیلے آدمی کو کمزور خیال کیا جاتا ہے۔

آخری مصرعے میں فرماتے ہیں کہ باہوؒ مرشد کے بغیر دنیا کے کام تو نکلتے ہی رہتے ہیں مگر دل کی تسلّی نہیں ہوتی۔ دِل چین و سکون کی دولت سے مالا مال نہیں ہوتا۔ یہ باہوؒ کا خاص مضمون ہے جس پر وہ بار بار زور دیتے ہیں۔

عشق اساں لِسیاں جاتا

عشق اساں نوں لِسیاں جاتا کر کر آوے دھائی ہُو
جت دِل ویکھاں عشق دسیوے خالی جگہ نہ کائی ہُو
مرشد کامل اوہ ملیا جس دل دی تاکی لائی ہُو
میں قربان اُس مرشد توں جس دسیا بھیت الٰہی ہُو

ترجمہ: اس بیت کا مضمون بھی پچھلے صفحے والا ہی ہے۔ اس میں بھی

http://www.apnaorg.com

عاشق کو کمزور کرنے کے لیے عشق دھاوے کرتا ہے۔ ساتھ ہی عاشق یہ بھی مشاہدہ کرتا ہے کہ وہ جدھر دیکھتا ہے اسے عشق کا ہی راج دکھائی دیتا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی کارفرمائی کی گواہی دیتا ہے۔ کوئی شئے کوئی جگہ اس سے خالی نظر نہیں آتی۔ باہُوؒ کہتے ہیں کہ مجھے عشق کی نعمت سے نوازنے والے میرے مرشد ہیں جنہوں نے میرے دل کے دریچے کھولے۔ پھر آخری مصرعے میں اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہُوئے کہتے ہیں کہ میں اپنے مُرشد پر اپنی جان قربان کردوں جس نے مجھے مقام معرفت سے نوازا اور کشف کی قوت سے آشنا کیا۔

عشق اسانوں لسیاں جاتا

عشق اسانوں لسیاں جاتا لتھا مُل مُہاڑی ہُو
نہ سووَیں نہ سَوَوَن دیوے جیویں بال رہاڑی ہُو
پوہ مانگھیں خربوزے منگے مَیں کِت لیساں واڑی ہُو
عقل فکر دیاں بُھل گئیاں جد عشق وجائی تاڑی ہُو

ترجمہ: اس بیت کا مضمون بھی پہلی دو بیتوں سے متعلق ہے۔ فرماتے

ہیں کہ عشق نے ہمیں کمزور سمجھ کر پہاڑی سے اُتر کر ہمارے سامنے میدان میں ڈھیرے ڈال دیئے یعنی ہمارے مقابل آبیٹھا اور کسی ضدی بچے کی طرح نہ سوتا ہے نہ سونے دیتا ہے خود بھی مضطرب رہتا ہے اور مجھے بھی اضطراب میں رکھتا ہے۔ "پوہ ماگھیں خربوزے منگے" سے مراد ہے اس کے مطالبے بڑے عجیب اور نرالے ہیں جنہیں پُورا کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ میں بھلا کیسے اُنہیں پُورا کر کے اسے خوش کروں اس کی ضد سے نجات پاؤں۔

آخر میں پھر عشق کی طاقت کا بیان ہے کہ عشق جب تالی بجاتا ہے تو عقل وفکر کے پرندے سب اُڑ جاتے ہیں یعنی عشق ان دیکھا اندھا ایمان اور یقین ہے جہاں دلیل کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

عشق جنھاں دے ہڈیں رچیا

عشق جنھاں دے ہڈیں رچیا رہن اوچپ چپاتے ہُو
لُوں لُوں دے وچ لکھ زباناں کرن اور گنگی باتے ہُو
کردے وضو اسم دا جھڑے دریا وحدت نہاتے ہُو
تد دل قبول نمازاں باہُوؔ جد یاراں یار پچھاتے ہُو

ترجمہ: جو لوگ محبت کا گہرا جذبہ رکھتے ہیں انہیں منہ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ان کا ہر بن مو زبان کا کام کرتا ہے اس طرح اُن کی ایک زبان خاموش ہوتی ہے تو لاکھوں زبانیں کام کرتی ہیں یعنی ظاہری عبادت کی بجائے ذکر و فکر سے اپنے آپ کو دریائے وحدت میں غرق کر دیتے ہیں اور دریائے وحدت میں غسل کرنے والوں کا وضو ذکر و فکر ہوتا ہے ان کا ایک ایک مسام خالق کائنات کی حمد و ثنا میں محدود رہتا ہے۔ آخری مصرعے میں نہایت بلند پایہ مضمون پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں نماز تو ہر کوئی پڑھتا ہے لیکن قبولیت کا درجہ ہر کوئی حاصل نہیں کر پاتا۔ نماز کی قبولیت کی دلیل یہ ہے کہ دورانِ نماز عبد اور معبود ایک دوسرے کو پہچان لیں۔ یعنی نہ صرف تمام پردے اُٹھ جائیں بلکہ بندہ اللہ اور اللہ اپنے بندے کے قریب ہو جائے۔

عشق چلایا دل آسمانوں

عشق چلایا دل اسمانوں فرشتے عرش دکھایا ہُو
روہ نی دُنیا، ٹھگ نہ سانوں، ساڈا جی گھبرایا ہُو

http://www.apnaorg.com

اسیں مُسافر، وطن دوراڈا، کوڑا لالچ لایا ہُو
مرگئے جو مرنے تھیں پہلے تنھاں رب نوں پایا ہُو

ترجمہ: عشق نے جب پرواز کی تو فرش کے باسی کو عرش کی سیر کروائی گئی (واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے) مکروہاتِ دُنیا عشق کی راہ میں ہمیشہ حائل رہی ہے لہٰذا دُنیا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اے دُنیا تو ہمارا پیچھا چھوڑ اور ہمیں اپنی رنگینیوں سے ورغلانے اور راہِ حق سے ڈگمگانے کی کوشش نہ کر۔ ہم مسافر ہیں اور ہمارا وطن بہت دور دراز ہے تم اپنے جھوٹے لالچوں میں کیوں الجھا رکھا ہے۔ ہمیں جانے دے۔ یعنی جب انسان جذبۂ عشق کا حامل ہوتا ہے تو پھر اسے دنیا کسی بھی رنگ اور کسی بھی رُوپ میں نہیں بھاتی۔ آخری مصرعے میں عشقِ الٰہی میں فنا فی اللہ ہونے کو ہی اصل زندگی اور انسانیت کی معراج قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر مقام معرفت کا تصور بھی ناممکن ہے۔

http://www.apnaorg.com

عشق حقیقی جنہاں پایا

عشق حقیقی جنہاں پایا موہنوں نہیں الاوݨ ہُو
دم دم دے وچ آکھن مولا دم نوں قید لگاوݨ ہُو
خفی خفائی، حق حقانی، سِری ذکر کماوݨ ہُو
مَیں قربان تنہاں توں جیہڑے ہک نگاہ وچ آوݨ ہُو

ترجمہ: مقام عشق پر پہنچنے کے بعد چپ لگ جاتی ہے۔ منہ سے کچھ نہیں کہا جاتا بلکہ ہر سانس ورد کرتی ہے یعنی سانس کے ذریعے ذکر و فکر ہوتا ہے اور خفی خفائی اور حق حقانی اور سِرّی یعنی ذکرِ خدا کبھی دل ہی دل میں کبھی باآوازِ بلند اور کبھی مکمل سکوت اختیار کر کے کیا جاتا ہے یہ ذکر کے مختلف طریقے ہیں، غرض ہر انداز میں ذکرِ الٰہی ہوتا رہتا ہے۔ زیادہ تر خاموش ذکر کا ہی طریقہ اپنایا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے صدقے جاؤں ان کا کیا مقام و مرتبہ ہے جو ایک ہی نگاہ میں سب کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں جو ایک نظر میں مرشد کی نگاہوں میں مقام پا لیتے ہیں۔

http://www.apnaorg.com

عشق دی بازی

عشق دی بازی ہر جا کھیڈی شاہ سلطانان ہُو
عالم، فاضل، عاقل، دانے کردا چا حیرانان ہُو
تنبو ٹھوک لتھا وچ دل دے لائیس خلوت خانہ ہُو
عشق امیر فقیر منیندے کیہ جانے لوک بیگانہ ہُو

ترجمہ: عشق نے اپنی بساط ہر جگہ بچھا رکھی ہے۔ اس نے بادشاہ، سلطان، عالم و فاضل، عقلمند اور سیانے سبھی لوگوں کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ زبردستی ہر ایک کے دِل میں ڈیرا جما کر بیٹھ جاتا ہے اور اپنا خلوت خانہ جما لیتا ہے۔ عشق کی طاقت اور عظمت کو تو امیروں نے بھی تسلیم کیا ہے اور فقیروں نے بھی یعنی دُنیا دار بھی اس کی لذت سے آشنا ہیں اور بے نیاز دُنیا یعنی فقیر لوگ بھی۔ البتہ وہ لوگ جو جذبہ عشق سے ناآشنا ہیں جو اس کی طاقت و جبروت سے ناواقف ہیں وہ اسے تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دونوں جہان میں محروم اور بے مراد رہتے ہیں۔

http://www.apnaorg.com

عشق دی بھاہ

عشق دی بھاہ، ہڈاں دا بالن عاشق بہہ سیکیندے ہُو
گھت کے جان جگر وچ آرہ، ویکھ کباب تلیندے ہُو
سرگرداں پھرن ہر ویلے خون جگر دا پیندے ہُو
ہُوتے ہزاراں عاشق باہُوؔ پر عشق نصیب کہیں دے ہُو

ترجمہ: عشق میں عاشق جب آگ جلاتے ہیں تو اس میں ایندھن کے طور پر اپنی ہڈیاں جلا کر حرارت حاصل کرتے ہیں اور پھر اپنے جگر پر آرا چلا کر اس گوشت کے کباب تل کر محبوب کو پیش کرتے ہیں یعنی راہِ عشق بڑی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں بڑے کربناک مراحل سے گزرتے ہیں، ہر وقت بے چین و بے قرار رہتے ہیں بلا مقصد اِدھر اُدھر گھومتے رہتے ہیں۔ کہیں بھی فراقِ یار میں قرار نہیں پاتے اور اپنی ہی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ خود سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ باہُوؔ آج تک دُنیا میں ہزاروں عاشق گزرے ہیں مگر سچا عشق کسی کسی کو نصیب ہُوا ہے۔ گویا عشق عشق میں فرق بھی ہے۔ روحانی عشق واصلِ حق کر دیتا ہے جبکہ دُنیاوی عشق تہی دامنی عطا کرتا ہے۔

http://www.apnaorg.com

عشق دی گل اولی

عشق دی گل اولی جیہڑا شرع تھیں دُور ہٹا دے ہُو
قاضی چھوڑ قضائیں جاوَن جد عشق طمانچہ مارے ہُو
لوک ایانے متیں دیون عاشق مت نہ بھاوے ہُو
مرن محال تنہاں نوں جنہاں صاحب آپ بلاوے ہُو

ترجمہ: عشق کی تو ہر بات ہی عجیب ہوتی ہے۔ عشق تو شرع یعنی ظاہری عبادت سے عاشق کو دور کر دیتا ہے۔ قاضی جو تمام فیصلوں کو شرع کی روشنی میں انجام دیتے ہیں جب عشق کا تھپڑ کھاتے ہیں تو سب شرع اور قضا چھوڑ جاتے ہیں۔ بھول جاتے ہیں۔ دنیادار لوگ جو جذبۂ عشق کی سرکشی سے نہ واقف ہیں عاشق کو سمجھاتے اور مشورے دیتے پھرتے ہیں اور عشق کی راہ جو فرزانگی اور دیوانگی کا راستہ ہے کو ترک کر دیتے ہیں۔ عاشق کی عافیت سمجھتے ہیں مگر جن لوگوں سے اللہ خوش ہوتا ہے وہ ان کو اپنی طرف بلا لیتا ہے اور جو اس کی طرف قدم بڑھا لیتے ہیں پھر ان کا پلٹنا ممکن نہیں ہوتا۔ جو عشقِ الٰہی میں ایک

http://www.apnaorg.com

بار سرشار ہو جاتے ہیں پھر ان کے لیے دُنیا میں کوئی کشش اور رغبت نہیں رہتی۔

عشق سمندر چڑھیا فلکیں

عشق سمندر چڑھیا فلکیں کس وَل جہاز گھتیوے ہُو
عقل فکر دی ڈُونڈی لوں چا پہلے پور بوڑیوے ہُو
کڑکن کپہر، پوَن لہراں جد وحدت وچ وڑیوے ہُو
جس مرنے تھیں خلقت ڈردی عاشق مرتاں جیوے ہُو

ترجمہ: جب سمندر میں طوفان اُٹھتا ہے تو جہاز کو لنگر انداز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہاں عشق کے سمندر ہنگامہ خیز تلاطم کا ذکر ہے کہ جب عشق کے سمندر میں تلاطم برپا ہوتا ہے تو پھر زندگی کے جہاز کو کوئی کنارا نہیں ملتا۔ ایسے میں عشق سب سے پہلے عقل و فکر کی بیڑی کو جس کی بڑی شہرت ہوتی ہے ڈبوتا ہے یعنی عقل اور فکر عشق کے سامنے بے بس ہو جاتی ہے اور پھر جب عشق وحدت کے دریا میں داخل ہوتا ہے تو بادل گرجتے بجلی چمکنے لگتی ہے۔ بھنور پیدا ہو جاتے ہیں اور لہروں میں اچھال آجاتا

http://www.apnaorg.com

ہے یعنی عاشق کے دل و دماغ میں ہلچل مچ جاتی ہے اور وحدت کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور پھر ایسے میں موت جس سے دُنیا گھبراتی ہے عاشق کو اسی میں حقیقی اور ابدی زندگی پنہاں نظر آنے لگتی ہے یعنی اس کی نظروں میں بے وقعت اور بے معنی ہو جاتی ہے۔

عشق ماہی دے

عشق ماہی دے لایاں اگیں، ایہ لگیاں کون بجھاوے ہُو
مَیں کیہ جاناں ذات عشق جیہڑا دردر چا جھکاوے ہُو
نہ سوویں نہ سوون دیوے سُتیاں آن جگاوے ہُو
میں قربان تنہاں دے وچھڑے یار ملاوے ہُو

ترجمہ: ماہی یعنی محبوب کے عشق نے میرے دِل جگر میں آگ لگا رکھی ہے جسے اس کے سوا کوئی بجھانے والا نہیں ہے نہ بجھا سکتا ہے دوسرے مصرعے میں فرماتے ہیں کہ مجھے کیا معلوم کہ عشق کیا چیز ہے ہاں اتنا معلوم ہے کہ یہ وہ ہے جو عاشق کو دردر جھکاتی ہے یعنی عاجزی و انکساری عطا کرتا ہے جو نہ خود سوتا ہے نہ سونے دیتا ہے بلکہ یہ

http://www.apnaorg.com

سوئے ہوؤں کو بیدار کر دیتا ہے اور ایسا بیداری عطا کرتا ہے کہ پھر سے
ا آشنا کر دیتا ہے۔ باہُو آخر میں فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے قربان
جاؤں جو بچھڑے دوستوں کو ملاتے ہیں۔ یہ لوگ مقام فقر پر متمکن اور
رشد و ہدایت کا کام انجام دینے والے لوگ ہیں جن کی باہُو کی نظر
میں بہت عزت ہے۔

عشق محبت دریا دے وچ

عشق محبت دریا دے وچ تھی مردانہ تریئے ہُو
جتھے پون غضب دیاں لہراں قدم اٹھائیں دھریئے ہُو
اوجھڑ جھنگ بلائیں بیلے ویکھ ویکھ نہ ڈریئے ہُو
نام فقیر تداہیں تھیندا جد وچ طلب دے مریئے ہُو

ترجمہ: باہُو نے جذبوں کی اونچ نیچ کو مختلف مقامات پر مختلف رنگوں
میں بیان فرمایا ہے۔ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی تلقین فرمائی
ہے اور مشکلات، پریشانیاں اور ناساعد حالات سے نہ ڈرنے کا
درس بھی ان کے مشکلات موضوعات میں سے ایک ہے زندگی ان کے

نزدیک للکار کو قبول کرنے کا نام ہے۔ آخری مصرعے میں نہایت بلیغ مگر بظاہر ان کی تعلیمات سے متضاد نظر آتا ہے۔ طلب سے مراد عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دُنیاوی خواہشات ہے حالانکہ طلب سے مراد وہی محبوب کی محبت ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے "مرن تھیں اگے مرئیے" کی تلقین کرتے ہیں فقیر کہلانے کے لیے یہ شرط رکھی ہے' مقامِ فقر کا حصول ان کی شدید ترین خواہش رہی ہے اور وہ یہی درس دُنیا کو بھی دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مقصدِ حیات بھی یہی ہے اور نجات بھی اسی میں ہے۔

عشق مؤذن دِتیاں بانگاں

عشق مؤذن دتیاں بانگاں کنّیں واز پیوسے ہُو
خُون جگر دا کڈھ کراہاں وضو پاک سُزیوسے ہُو
سن تکبیر قضائے والی مرن حال تھیوسے ہُو
پڑھ تکبیر تھی وسے واصل تاہیں شکر کیتوسے ہُو

ترجمہ: عاشق کے عشق تیار کرنے سے لے کر واصلِ حق ہونے تک کے مراحل کا ذکر بڑی ترتیب سے مربوط انداز میں مرحلہ وار کیا ہے۔ یعنی جب

http://www.apnaorg.com

عشق کی اذان عاشق کے کانوں تک پہنچی تو اس نے جگر کے خون سے وضو کیا۔ پھر تکبیر سن کر نماز کی نیت کی چونکہ نماز کی نیت باندھنے کے بعد مڑنا جائز نہیں پھر نماز اگر عشق کی ہو۔ نیت باندھ کر تکبیر دہرائی اور واصلِ حبیب ہو گیا اور پھر شکرانہ ادا کیا۔

بہت خوبصورت اور مربوط طبیعت ہے۔ اندازِ بیان اور مضمون بھی بہت اعلیٰ اور اچھوتا ہے اور عشق کے مراحل کا ذکر نہایت دلچسپ طریقے سے کیا ہے۔

عقل فکر کی جا نہ کائی

عقل فکر دی جا نہ کائی جِت وحدت سِرّ سبحانی ہُو
نہ اُتھ ملّاں پنڈت جوشی نہ اُتھ علمِ قرآنی ہُو
جدا احمدؐ احد دکھالی دتّا تاں کل ہوتے فانی ہُو
علم تمام کیتو نیں حاصل ہٹ پ کتاب آسمانی ہُو

ترجمہ: وحدت کے اسرار سے آگاہی عقل اور فکر کے بس کی بات نہیں۔ نہ وہاں ملّاؤں کا علم کام آتا ہے نہ پنڈت اور جوتشی اور نہ ہی قرآنی علم کوئی مدد دیتا ہے، کیونکہ اللہ پر تحقیق نہیں ہو سکتی اور نہ

http://www.apnaorg.com

ہی مذہب اور عقیدہ اس کی صلاحیت رکھتا ہے جب احمدؐ نے احد کو دیکھا تو پھر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ احد کے سوا ہر شے کو فنا ہے اور اس حقیقت کو بھی دنیاوی علوم اور آسمانی کتابیں جاننے سے عاجز ہیں احمدؐ اور احد کی ملاقات اشارہ ہے واقعۂ معراج کی طرف جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو سب اسرار بتائے اور انہوں نے آکر اپنی امت کو بتایا۔

علموں باجھ جو کرے فقیری

علموں باجھ جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہُو
سے وریاں دی کرے عبادت اللہ کنوں بیگانہ ہُو
غفلت کنوں نہ کھلسن پردے دل جاہل بتخانہ ہُو
میں قربان تنہاں توں جنہاں ملیا یار یگانہ ہُو

ترجمہ: فقیر بڑی ریاضت کے بعد فقیری تک پہنچتا ہے۔ مقامِ فقر حاصل کرنے والا ہی فقیر کہلاتا ہے، اور اگر کوئی شخص اس مقام کو حاصل کیے بغیر اس کا دعویٰ کرے تو وہ دُنیا والوں کی نظر میں تو فقیر بن سکتا ہے وہ سو سال بھی عبادت کرتا رہے تو اللہ کا قُرب

http://www.apnaorg.com

اور اس کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ جھوٹ موٹ کا فقر لبادہ اوڑھنے والے کائنات کے اسرار سے پردے نہیں اٹھا سکتے بلکہ ان کے دل تو بُت خانے کی مانند ہیں جہاں جھوٹ، مکر و فریب اور ریا کاری کے بت سجے ہیں ایسے لوگ کافر ہیں اور ان کی موت بھی عبرت ناک ہو گی۔ قربان جاؤں ان کے جن کو اللہ تعالیٰ دوست بن کر ملا، یعنی ان پر اللہ کی نظرِ کرم ہے اور مقامِ فقر عطا ہوا ہے۔

غوث قطب ہن اُرے اُریرے

غوث قطب ہن اُرے اُریرے عاشق جان اگیرے ہُو
جیہڑے منزل عاشق پہنچن اُتھ غوث نہ پاون پھیرے ہُو
عاشق وِچ وصال دے رہندے لامکانی ڈیرے ہُو
ہیں قربان تنہاں توں جنہاں ذات تو ذات بسیرے ہُو

ترجمہ: اس بیت میں باہُوؒ عشاقِ صادق کا موازنہ غوث اور قطبوں سے کر کے عشقِ حق کو تفوق بخشتے ہیں۔ اگرچہ غوث اور قطب بھی عشق کی ہی منزل طے کر کے اس مقام تک پہنچتے ہیں لیکن باہُوؒ کی

http://www.apnaorg.com

مراد اس عاشق سے ہے جو کسی عہدے مرتبے و مقام کے لیے عشق کا لباس نہیں پہنتا بلکہ وہ یہ راستہ خالصتاً اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے۔ ہر شے میں ہر مقام پر ہر وقت اسی کے جلوؤں کا متمنی رہتا ہے۔ دنیا کی ہر شے سے بے نیاز رہ کر صرف اس کا نیازمند بن جاتا ہے اور ہر طرح کی ظاہر داری سے اس کا تعلق قطع ہو جاتا ہے۔ لامکان میں اس کی رہائش ہوتی ہے اور ذاتِ خداوندی میں رہ کر اپنی ذات کو گم کر کے وہ مقام ارفع حاصل کرتا ہے جہاں غوث بھی نہیں پہنچ پاتے۔

فجریں ویلے اُٹھ سویلے

فجریں ویلے اُٹھ سویلے آن کرن مزدوری ہُو
کانواں اِلاں ہکسی گلاّ تریجی رلی چنڈوری ہُو
مارن چیخاں کرن مشقت پُٹ پُٹ کڈھ انگوری ہُو
ساری عمر پٹیندیاں گزری کدی نہ پئی آ پوری ہُو

ترجمہ: کوّے چیلاں اور چنڈوری یہ سب ادنیٰ قسم کے تخریب کار پرندے ہیں جو صبح فجر کے وقت تلاشِ رزق میں نکل کھڑے ہوتے

http://www.apnaorg.com

ہیں۔ سارا سارا دن مشقت کرتے ہیں جو نچیں مار مار کر چیزوں کا رس
ور گودا چوستے رہتے ہیں مگر تمام عمر گزرنے کے بعد ان کی طمع میں
کمی نہیں آتی ان کی نیت نہیں بھرتی۔ دراصل متذکرہ بالا پرندوں کو
بطور استعارہ استعمال کیا ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو مذہب میں نئے
نئے نکتے نکال کر اپنی روزی کماتے ہیں اصل میں یہ تخریب کار ہیں جو
لوگوں کو آپس میں لڑا کر وسوسوں میں مبتلا کرتے ہیں تعصب پیدا کرتے
ہیں اور اپنا روزگار چمکاتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ان کی طمع میں اضافہ ہوتا
چلا جاتا ہے قناعت ان کو چھو کر بھی نہیں گئی۔

قلب نہ ہلیا

قلب نہ ہلیا تاں کیہ ہویا، ہویا ذکر زبانی ہُو
قلبی، روحی، مخفی، سرّی سبھے راہ حیرانی ہُو
شاہ رگ تھیں نزدیک جو رہندا یار نہ ملیا جانی ہُو
نام فقیر تنہاں دا جیہڑے وسن لامکانی ہُو

رجمہ: ذکر وہ ہے جس سے دل بھی متاثر ہو اور اگر ایسا نہیں ہے

http://www.apnaorg.com

تو پھر وہ ذکر اور ریاضت سب ضائع گیا۔ ذکر خواہ قلبی ہو یا روحی، مخفی ہو یا سرّی یہ سب حیرت تو دیتے ہیں اللہ کی حضوری عطا نہیں کرتے کیونکہ محض ذکر یا جو فکر کشف کی قوت نہیں ملتی، کیونکہ یہ سب طریقے ظاہری عبادت کے ہیں اور اللہ جو شہ رگ سے بھی قریب تر ہے ان سے نہیں ملتا پھر ذکر فکر کے لیے عشق شرط ہے اور وصال کیلئے عشق کی تڑپ اور تپش ضروری ہے یہی وہ درد ہے جو دل کو دل درد مند بناتا ہے اور درد مند دل مقام فقر حاصل کر کے واصل حق ہوتا ہے اور لامکاں کی وسعتوں میں گم ہو جاتا ہے یعنی اللہ کے پاس رہتا ہے۔

کامل مرشد ایسا ہو

کامل مرشد ایسا ہو جو دھوبی وانگوں چھٹے ہُو
نال نگاہ دے پاک کرے سجی صابون نہ گھتے ہُو
میلیاں نوں کر دیوے چٹا ذرا میل نہ رکھے ہُو
ایسا مرشد ہو وے جیہڑا لوں لوں دے وچ وسے ہُو

http://www.apnaorg.com

ترجمہ: مرشدِ کامل کی تعریف میں پُورا بیت کہا ہے۔ باہُو مرشدِ کامل کی ضرورت واہمیت پر بہت زور دیتے ہیں اور مختلف مقامات پر اس کی صفات بیان کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مرشد کے ہوتے مرید کی تکلیف دُور نہ ہو یا مرشد و ہدایت نہ ملے تو ایسے مرشد کو ندی میں بہا دینا چاہیئے۔ اس بیت میں فرماتے ہیں کہ مرشدِ کامل وہ ہے جو اپنے عقیدتمندوں اور مریدوں کو فکر و عمل کے لحاظ سے اس طرح پاک کر دے جس طرح دھوبی میلے کپڑوں میں صاف ستھرا سفید اور بے داغ کر دیتا ہے اور پھر اپنے کردار و عمل سے وہ اپنے مریدوں کے دِلوں میں بس جائے اور اپنی محبت میں ان کو دیوانہ کر دے اور وہ اپنے ہر مسئلے کے لیے ہر دُکھ درد کے لیے اسی کی طرف رجوع کریں۔ اور اسے اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ تصوّر کریں۔

کر محنت کجھ حاصل ہووی

کر محنت کجھ حاصل ہووی عمر چار دہاڑے ہُو
تھی سوداگر کر لے سودا جاں تک ہٹ نہ تاڑے ہُو

http://www.apnaorg.com

جے جانیں دل ذوق منیں موت مرینداں چھاڈے ہُو

چوراں سادھاں گور جا بھریا رب سلامت جاہر شے ہُو

ترجمہ: اس بیت میں دُنیا کی بے ثباتی کی طرف اشارہ ہے کہ زندگی چار روزہ ہے لہٰذا اس میں جتنی کمائی ہو سکتی ہے محنت و مشقت سے حاصل کر لو۔ زندگی کی دکان بند نہ ہوئے یعنی مرنے سے پہلے جو نیک عمل کر سکتے ہو کر لو۔ موت کا نقارہ ہر دم بجتا رہتا ہے کیا معلوم کب تمہاری باری آجائے لہٰذا زادِ راہ کے لیے کچھ عمل صالح کی گٹھڑی تیار کر لو۔

آخر میں فرماتے ہیں دنیا کو ایک کشتی سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کشتی میں نیک بھی سوار ہیں اور بد بھی۔ کشتی پور لے کر جا رہی ہے اور اللہ ہی ہے جو اسے سلامتی سے بحفاظت منزل تک پہنچا سکتا ہے یعنی دنیا کے جو حالات ہیں وہ تو سلامتی والے نہیں لیکن قیامت سے پہلے قیامت کو روکنا اللہ ہی کے بس میں ہے سو وہی اسکی حفاظت کر رہا ہے۔

http://www.apnaorg.com

http://www.apnaorg.com

الحاج شہزادہ حبیب سلطان امیر افضل

[illegible]

http://www.ab